مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (الحديث)

موضوع احادیث سے بچئے

اس کتاب میں احادیث موضوعہ کے متعلق شرعی نقطۂ نظر بیان کیا گیا ہے، اور کچھ مروجہ موضوع احادیث کو یکجا کیا گیا ہے تاکہ ان سے پرہیز کیا جائے۔

مؤلف

مفتی سعید احمد قاسمی مجادری (گجرات)

Email : nsoyebusman@ymail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب	:	موضوع احادیث سے بچئے
مؤلف	:	مفتی سعید احمد قاسمی (گجرات)
کمپوزنگ	:	مولانا سفیان مجادری 98984 39539
صفحات	:	۲۲۴
سن طباعت	:	محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۲ء
ناشر	:	مولانا رحمت اللہ مجادری
قیمت	:	



-: ملنے کا پتہ :-

مفتی سعید احمد مجادری Mo. 99984 95335

(جامعہ فیضان القرآن، احمد آباد) مولانا محمد شعیب صاحب مجادری

Mo. 98987 39505

Email : nsoyebusman@ymail.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر

انتساب

میں اپنی اس اولین خدمت کو میرے تمام محسنین کی طرف منسوب کرتا ہوں.....

جن میں سرفہرست آقائے مدنی محبوب سبحانی، رحمت للعالمین کی ذات بابرکت ہیں، جن کے احسانات سے ایک میں کیا پوری انسانیت گراں بار ہے۔

آپ ﷺ کے بعد مخلوقات میں عاجز کے سب سے بڑے محسن اس کے والدین ہیں، پوری زندگی کوشش کے باوجود ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا، ان کی فکروں، دعاؤں اور توجہات ہی کا یہ پھل ہے کہ آج بندے نے ایک علمی کام اپنی بساط کے مطابق انجام دیا۔

اور مادر علمی جامعہ قاسمیہ رتن پور کے وہ مشفق و مہربان اساتذہ بھی میرے محسنین میں ایک نمایا مقام رکھتے ہیں جن کی ماتحتی میں رہ کر مادر علمی کے روح پرور اور عطر بیز لالہ زار کے لہلہاتے پودوں سے بقدر توفیق تعلیم وتربیت کے پھول چنے۔

اور دیگر کرم فرماؤں کے نام.....۔

تقریظ

جامع العلوم والفنون حضرت مولانا رفیق احمد صاحب اعظمی دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث دارالعلوم چھاپی)

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى .

امابعد.....

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک فتنے نے سر اُبھارا، جس کے نتیجہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا الم انگیز واقعہ پیش آیا، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتنوں کی تعداد بڑھتی گئی، ان ہی فتنوں کے زیر اثر مختلف فرق باطلہ پیدا ہوگئے مثلاً خوارج وروافض، معتزلہ، قدریہ وغیرہ وجود میں آئے، ان میں سے بہت سے لوگوں نے احادیث گھڑنا شروع کردیا، اور یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا، اور کذابوں نے بے تحاشا احادیث وضع کیں تاکہ دین اسلام اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہے، چنانچہ ہارون رشید کے زمانے میں ایک کذاب زندیق پکڑا گیا جو احادیث کو وضع کرتا تھا، ہارون رشید نے کہا کہ اس کو قتل کردیا جائے، یہ زندیق ہے، اس زندیق نے کہا کہ بادشاہ سلامت! مجھ کو قتل کرنے سے کیا فائدہ ہوگا جب کہ میری موضوعہ احادیث ہزاروں کی تعداد میں مشتہر ہوچکی ہیں، ان سب کو آپ کیسے ختم کریں گے؟ ہارون رشید نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس کام کے لئے حضرت عبداللہ بن مبارک کو پیدا کردیا ہے جو تیری تمام احادیث موضوعہ کو

چھانٹ کر الگ کر دیں گے، یہ تو اس وقت کی بات تھی بعد میں اللہ تعالی نے سارے رجالِ کار ایسے پیدا فرمائے جنہوں نے ایسی احادیث کو چھانٹنے کے لئے مختلف علوم وفنون ایجاد کئے جن کی مدد سے موضوعات کو غیر موضوعات سے الگ کرنا آسان ہو گیا، پھر ان علوم وفنون کی روشنی میں موضوعات کے عنوان پر مختلف کتابیں لکھی گئیں، پس امت پر ضروری تھا کہ وہ علماء کی اس خدمت سے فائدہ اٹھا کر موضوعات کو بیان کرنے سے بچتی، اور موضوعات کی روایت پر احادیث میں وارد ہونے والی سخت وعیدوں سے نجات حاصل کرتی، لیکن آج یہ دیکھا جارہا ہے کہ بہت سارے اقوال ایسے ہیں جن کو احادیث سمجھ کر عوام تو عوام، خواص حضرات بھی اپنے اپنے بیانات میں حدیث کے عنوان سے پیش کرتے رہتے ہیں، اس لئے ضرورت تھی کہ ان اقوال کی حقیقت لوگوں کے سامنے بیان کر دی جائے۔

قابل مبارک باد ہیں عزیز محترم مولانا سعید احمد پالن پوری (مجادری) کہ انہوں نے ایک کتاب بعنوان ''**موضوع احادیث سے بچئے**'' لکھ کر بہت ساری ایسی احادیث کو اکٹھا کر دیا ہے، جس میں مستند حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ سب موضوعات ہیں، یا ان میں سے کچھ بزرگوں کے اقوال ہیں احادیث رسول ﷺ نہیں ہیں، کتاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز موصوف نے بڑی محنت وعرق ریزی کے ساتھ کتابوں کی ورق گردانی کر کے تمام ہی احادیث کے حوالے مع صفحات کے نقل فرمایا ہے، اللہ تعالی ان کی محنت کو قبول فرما کر ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، اور کتاب کو قبولیت عامہ سے نوازے...آمین۔

رفیق احمد الاعظمی دار العلوم چھاپی
۱۵/ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

تقریظ: مولانا محمد شعیب صاحب پالن پوری (مجادری) دامت برکاتہم

(استاذ جامعہ فیضان القرآن احمد آباد)

رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی دو قسموں پر مشتمل ہے، ایک قسم وہ ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اس کو وحی متلو کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جس کی تلاوت نہیں کی جاتی، اس کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے، وحی متلو کی حیثیت متن کی سی ہے، اور وحی غیر متلو کی حیثیت شرح کی سی، قسم اول کا نام کلام اللہ ہے، اور قسم ثانی کا نام حدیث رسول اللہ ﷺ، حق جل مجدہ نے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اسی طرح حدیث کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے، قرآن کریم کی طرح حدیث کی حجیت بھی اہل حق کے نزدیک متفق علیہ ہے، جو ان دونوں کو تھامے گا گمراہی اسے چھو کر بھی نہیں گذر سکتی، قرآن کریم تصرف وتحریف سے ہمیشہ محفوظ رہا، حدیث بھی ایک زمانے تک اسی آن بان کے ساتھ چلی، لیکن ۴۰ھ کے بعد شیعہ، خوارج اور معتزلہ جیسے گمراہ فرقے تولد پذیر ہوئے، انہوں نے اپنے غلط مقاصد کے لئے حدیثیں گھڑنے کے کارخانے قائم کئے، اور اپنی طرف سے وضع کردہ عبارتوں پر حدیث کا لیبل چڑھانا شروع کر دیا، ان کی حالت ٹھیک وہی تھی جو علمائے بنو اسرائیل کی تھی کہ اپنی ذہنی اختراعات عوام الناس کو سناتے اور کہتے ھذا من عند اللہ، مسلم فرقوں میں بھی جب یہی روش راہ پا گئی تو علمائے امت کو سد باب کے لئے قدم اٹھانا پڑا، ۵۰ھ کے بعد صحیح حدیثوں کو موضوع احادیث سے جدا کرنے کے لئے سند کو ناگزیر قرار دیا گیا، ابن سیرین فرماتے ہیں کہ جب فتنہ واقع ہوا اور گمراہ فرقے وجود میں آئے تو محدثین نے کہنا شروع کیا **سموا لنا رجالکم** یعنی حدیث کی سند بیان کرو تا کہ دیکھا جائے کہ راوی اہل سنت میں سے ہے کہ اس کی روایت لی جائے، یا راوی گمراہ فرقوں میں سے ہے کہ اس کی حدیث نہ لی

جائے، نیز ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب لوگ ہر طرح کی سواری پر سوار ہونے لگے تو ہم نے ہر طرح کے راویوں سے حدیث لینا چھوڑ دیا، سند کے علاوہ فن جرح وتعدیل کا اجرا کیا گیا جس کی روشنی میں علمائے اسلام نے صحیح اور موضوع حدیثوں کے درمیان حد فاصل کھڑی کردی، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا۔

حدیثیں گھڑنا بڑی خطرناک بات ہے، حضور ﷺ نے گھڑنیوالوں کو بڑی سخت وعیدیں سنائی ہیں، ایک مشہور حدیث ہے من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعده من النار، اسی حدیث کی روشنی میں علماء نے حدیث گھڑنے کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح موضوع حدیث کو بیان کرنا بھی بالاتفاق حرام ہے، دوسری طرف واعظین اور عوام کی زبان پر بہت ساری ایسی احادیث چڑھی ہوئی ہیں جن کو محدثین نے موضوع کہا ہے، اور کتنی احادیث تو ایسی ہوتی ہیں جن کا کتب حدیث میں نام ونشان نہیں ملتا۔

پیش نظر کتاب **موضوع احادیث سے بچیئے** میں مصنف کتاب **مفتی سعید احمد مجادری** نے اس پھیلی ہوئی غلطی پر متنبہ کیا ہے، اور واضح انداز میں موضوع احادیث کے احکام بیان کئے ہیں، اور کچھ مروجہ احادیث موضوعہ کی نشاندہی بھی کی ہے، اور ہر بات مستند کتابوں کے حوالے کے ساتھ ہے، تاکہ بات پختگی کے ساتھ اہل علم کے سامنے آئے، اور عوام وخواص اس غلط رجحان سے اپنے آپ کو بچائیں، موصوف اپنی محنت میں یقیناً کامیاب ہیں، مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالی نے ان کے قلم سے حدیث کے سلسلہ میں ایک اہم خدمت لی، بندہ دعا گو ہے کہ یہ کتاب مفید ثابت ہو، اور اس کا نفع عام وتام ہو۔

محمد شعیب بن عثمان

۱۳/محرم ۳۴ھ

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عاجز اولاً اپنی اس حقیر خدمت کو لے کر احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے، اور اپنے پروردگار کے سامنے دست بستہ، جبین نیاز خمیدہ جذبات تشکر کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے کہ: اے آقا! ممنون ہوں جو نظر کرم مجھ پہ پڑی ہے، آقا! آپ ہی نے صلاحیتیں عطا کیں، آپ ہی نے حوصلہ دیا، اس خدمت میں آپ کی نظر عنایت کے سوا کچھ نہیں، یقیناً

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا
ہم کون ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا تیرے کرم سے ہوا ہے
جو کچھ بھی ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

اس کے بعد عرض ہے کہ......

نبوت کا دروازہ بند ہے، اور اس آخری مذہب اسلام کو قیامت تک سارے انسانوں کے لیے مکمل اور ناقابل نسخ کردیا گیا ہے، اس لئے اسلامی تعلیمات اور دینی اعمال وافکار کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ امت نبوت کی وارث بن کر اشاعت وتبلیغ دین کے لئے قدم اٹھائے، الحمد للہ دور حاضر میں اسلامی تعلیمات کو پھیلانے اور بے دینی کو دور کرنے کی خوب محنتیں ہو رہی ہیں، ترغیب اور ترہیب سے لوگوں کے دلوں کو دستک دے کر دینی اعمال اور افکار پر آمادہ کیا

جار ہا ہے، کہیں کوئی انجمن کام کررہی ہے، کہیں فرداً فرداً کام ہورہا ہے، کوئی تقریرو
بیان سے اشاعت دین کا کام انجام دے رہا ہے تو کوئی حق کی نمائندگی میں قلم کا
زور ختم کررہا ہے، الغرض دنیا میں بقائے اسلام ومسلمین کی محنت جاری ہے۔

اسلام کی ترجمانی میں مختلف آداب وشرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے
کہ اسلام کی ترجمانی صحیح اسلامی روایتوں سے کی جائے، اگر کسی نے اسلام کے کسی
پہلو کو واضح کرنے اور اسلامی نقطۂ نظر کو بیان کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں اسلامی
صحیح روایتوں کے بجائے من گھڑت باتوں کو پیش کیا تو وہ اسلام کی ترجمانی کے نام پر
دھوکہ دینا ہوگا، اور اس سے اسلام کی اشاعت ہونے کے بجائے اسلام کی حقیقت پر
دبیز پردوں کی تہ جم جائے گی، پس سارے خدام دین کا فرض بنتا ہے کہ صرف صحیح
احادیث اور معتبر روایات سے استفادہ کریں، اور دین کی طرف منسوب جو غلط سلط
احادیث پھیلی ہوئی ہیں ان سے احتراز کریں، مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت سے
امت کی فکر میں جان، مال اور وقت کی قربانی دینے والے حضرات اپنی تقریر وتحریر کو
موضوعات سے زینت دینے کی کوشش کرتے ہیں، دینی مضامین اور واعظوں کے
بیانات میں موضوعات بڑی تعداد میں پائی جاتی ہیں، اور دن بدن یہ سلسلہ بڑھتا جا
رہا ہے، حالانکہ موضوع حدیث کو بیان کرنا شریعت کی نظر میں بڑا سنگین گناہ سمجھا
جاتا ہے، اس جھوٹ سے اسلام کے سچ کو بڑا نقصان ہورہا ہے، اسلام اور مسلمانوں
کی خیر خواہی کے لئے قربانی دینے والے، اور حفاظت اسلام، اور اشاعت دین کے
لئے کمر بستہ ہونے والے حضرات موضوعات کی روایت کرکے اسلام کو فائدہ
پہنچانے کے بجائے اس کے صاف شفاف، پرنور وبارونق اور چمکتے دمکتے چہرے کو

مسخ کرکے رکھ دیتے ہیں، اور ثواب کے بجائے گناہ کے مستحق ہوتے ہیں، اور بڑی
مصیبت یہاں پیش آتی ہے جب کہ اس گناہ کا صدور بڑوں سے زیادہ ہوتا ہے،
کیوں کہ وعظ وارشاد کا موقع ان کو زیادہ ملتا ہے، اور وہ سلسلۂ گفتگو میں راوی سے
حسن ظن رکھتے ہوئے کسی بھی طرح کی روایت سے نہیں رکتے، بلکہ ہر رطب ویابس
بیان کردیتے ہیں، یحیی بن سعیدؒ فرماتے ہیں ما رأيت الصالحين في شيء أشد
فتنة منهم في الحديث (۱) میں نے حدیث کے معاملہ میں صالحین کو بہت زیادہ
فتنہ کا شکار پایا ہے، ان کے صلاح وتقوی کی بنیاد پر وہ ہر دلعزیز ہوتے ہیں، اس لئے
ان کی بیان کردہ روایتیں شہرت پاجاتی ہیں، اس طرح موضوعات کو بہت زیادہ
فروغ مل جاتا ہے۔

یہ صورت حال دیکھ کر عاجز کو خیال آیا کہ کوئی ایسی کتاب سامنے آنی
چاہئے جس میں موضوعات کے متعلق شریعت مقدسہ کے ارشادات واحکات کا ذکر
ہو، اور ایسی موضوع احادیث جو مروج ہیں ان کو جمع کیا جائے، یہ کتاب اسی خیال
ذہنی کا وجود خارجی ہے، اس کتاب کے حصہ اول میں موضوع کی پہچان، اس کو
روایت کرنے، اور اس پر عمل کرنے کا شرعی حکم اور دیگر متعلقات کا ذکر کیا گیا ہے، اس
میں احادیث اور احادیث کا منشا واضح کرنے والے اقوال علماء کو ذکر کرکے موضوع
حدیث کی شناعت کو نمایا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور حصہ دوم میں مروجہ
موضوعات کو جمع کیا ہے، اور اس میں عاجز نے اپنی بساط کے مطابق احتیاط سے کام
لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ حوالے ایک سے زیادہ دینے کی کوشش کی گئی ہے، نیز متشدد

(۱) اللآلي المصنوعة ۱/۲۱٦.

عالم کے انفرادی فیصلے کو قبول نہیں کیا ہے، تا کہ علم حدیث سے بالکل ناواقف بھی اس پر اعتماد کر سکے اس کی مزید وضاحت حصہ دوم کے شروع میں ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب کے قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ پیش نظر کتاب کوئی علمی تحقیق نہیں ہے، نہ کوئی مثالی مضمون نگاری سے اردو ادبیات میں اضافہ مقصود ہے، نہ اس میں دماغی تفریح کا سامان ہے، بلکہ یہ ایک پیغام ہے، ایک دعوت فکر وعمل ہے، اگر کسی نے اس دعوت پر لبیک کہا تو میری کتاب کا مقصد حاصل ہے، اور اگر اس سے بے اعتنائی برتی گئی تو خادم اپنی کوشش کو ناکام سمجھتا ہے، پس اس کتاب کے مطالعہ کے دوران مقصد کو سامنے رکھ کر خدمت کو کامیاب بنانے میں مددگار بنیں، جزاکم اللہ خیرا۔

میں ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف وترتیب میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا ہے، خصوصا میرے محترم ماموں کا جن کی ہمت افزائی میرے لئے مہمیز کا کام کر گئی، اللہ تعالی ان تمام معاونین کی قربانی کو قبول فرما کر انہیں اپنے شایانِ شان بدلہ عنایت فرمائیں۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس حقیر خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازیں، اور مؤلف اور اس کے والدین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں، اور اس کا نفع مع الدوام عام وتام فرمائیں، آمین۔ یا رب العالمین۔

سعید احمد مجادری

۲۲/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کے مقدمہ کا اقتباس

یہ المصنوع پر لکھے ہوئے مقدمے کا اقتباس ہے، جس میں شیخ عبدالفتاح نے علماء اور طلباء کو ایک پیغام دیا ہے، میں وہ پیغام قارئین تک پہنچانا چاہتا ہوں، شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کے نام سے کون عالم ناواقف ہوگا، ان کو اللہ کی طرف سے جو مقبولیت ملی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، مختصر یہ کہ راسخ العلم ہونے کے ساتھ باعمل اور مخلص تھے، رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک سن کر نمدیدہ ہوجاتے، مولانا نور عالم خلیل امینی استاذ دارالعلوم دیوبند نے "پس مرگ زندہ" میں ان کے کمالات کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، میں صرف یہ شعر نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں جو مولانا نے شیخ کے متعلق لکھا ہے؛

جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز

اب ذیل میں ترجمہ ملاحظہ ہو........

بلاشبہ قدر ومنزلت میں بڑھے ہوئے، بہت زیادہ اجر وثواب رکھنے والے اور آخرت میں وافر ذخیرہ تیار کرنے والے اعمال میں سے صحیح حدیث کو موضوع سے الگ کرنا اور سچ اور جھوٹ کو ممتاز کرنا ہے، اسی سے حق کے طلب گاروں تک حق بات پہنچے گی، باطل اور باطل کے پرستاروں کی پردہ دری ہوگی، آقائے مدنی ﷺ کی سنن واحادیث اوہام وخرافات اور گمراہ کن باتوں سے بچی رہیں گی، اور یہی ورطۂ باطل میں پھنسنے سے خلاصی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

اہل علم حضرات اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ وہ ایسی کتابیں عام کریں جن میں موضوع اور صحیح احادیث میں تمیز کی گئی ہو، کیوں کہ جب ایسی کتابیں عام

ہوں گی تب ہی تو لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہماری گفتگو میں اور ہماری معلومات میں کتنی باتیں صحیح ہیں، اور لوگ موضوعات کو چھوڑ کر صحیح احادیث کی طرف متوجہ ہوں گے، اور اس میں سراسر بھلائی ہے۔

بلکہ عوام کے افادے کے ساتھ طالب علم کی اعانت کی خاطر بھی ایسی کتابوں کی اشاعت ضروری ہے، کیوں کہ طالب علم تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، لغت، نحو، صرف اور آداب واخلاق وغیرہ مختلف فنون کی کتابیں پڑھتا ہے، اور ان میں کئی مقامات پر بغیر سند اور بغیر حوالے کے احادیث منقول ہوتی ہیں، طالب علم کو اس وقت اس حدیث کی تحقیق کا موقع نہیں ملتا اور وہ حدیث اس کی زبان زد ہوجاتی ہے، اور جس طرح اس نے بغیر حوالے کے پڑھی ہے اسی طرح بغیر حوالے کے بیان بھی کرتا رہتا ہے۔

طالب علم کو چاہئے کہ موضوعات کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرے، بلکہ تحقیق کا شوق رکھنے والے طلباء کو چاہئے کہ وہ موضوعات کی کتابوں کو مستقل مطالعہ میں رکھیں، تاکہ صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ موضوعات کا ذخیرہ بھی ان کے پاس رہے، اور خود بھی ان سے بچ سکیں، اور عوام کو بھی موضوعات سے آگاہ کرسکیں، اور اس میں بڑی خیر ہے۔ (مقدمة "المصنوع")

حصّۂ اوّل

تمہید

وضع حدیث کی ابتدا، اس کے مقاصد، اس کی علامتیں اور اس کو روکنے کے لئے علماء کا اقدام

احکامات وهدایات

موضوع احادیث کو روایت کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کے دیگر متعلقات کے بارے میں شریعت کے احکامات کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا

اہمیت وحی

اسلام ؛احکامات الٰہی کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے، اور احکامات الٰہی کا جاننا وحی پر موقوف ہے، وحی کے ذریعے ہی اوامر ونواہی، حلال و حرام اور مستحب ومکروہ کا علم ہوتا ہے، اور تحصیل علم کے بعد ان پر عمل ممکن ہے، بغیر وحی کے نہ علم کا حصول ممکن ہے، اور نہ ہی عمل کا تصور ہوسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو امت تک پہنچانے کے لئے اپنے رب کی طرف سے جو پیغام ملا اس کو وحی کہا جاتا ہے، وحی وہ دستور زندگی ہے جس کے مطابق زندگی گذار نے سے خالق زندگی کا وعدہ ہے کہ وہ دارین کی سعادتوں سے ہمکنار کرے گا، اسی سے تخلیق عالم کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے، اسی سے خالق ومخلوق کا رشتہ جڑا ہوا ہے ، یہ وسیع عالم کی نیرنگیاں، بلند آسمانوں کی پہنائیاں، سمندوں کی گہرائیاں، بادلوں سے باتیں کرنے والے پہاڑوں کی بلندیاں، اندھیری راتوں میں ٹمٹمانے والے ستاروں کی رعنائیاں ،آفتاب و ماہتاب کی ضیاء پاشیاں ، لالہ وگل کی حسن آفرینیاں، سن وماہ اور شب وروز کی تبدیلیاں، روز افزوں ہونے والی حیران کن ترقیاں فقط اسی کے فیض سے وجود کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں، جس دن انسانیت وحی سے اعراض کرے گی کائنات کو بڑی بھاری تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا، اور

نظام عالم کا تار تار بکھیر دیا جائے گا الغرض اسی درِّ بے بہا سے دو عالم تابناک ہیں، بغیر اس کے ظلمات بعضها فوق بعض (تاریکیاں ہی تاریکیاں)۔

وحی کی دو قسمیں

وحی کی دو قسمیں ہیں (۱) وحی متلو (۲) وحی غیر متلو

وحی متلو: وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے، اور وہ قرآن کریم ہے، قرآن کریم میں الفاظ ومعانی دونوں اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔

وحی غیر متلو: وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی، اور وہ احادیث مبارکہ ہیں، احادیث میں مضمون تو اللہ تعالی کی طرف سے ہوتا ہے البتہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

ایک حدیث پاک میں ان دونوں کا ذکر آیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اوتیتُ القرآنَ و مثلَه معَهُ.

مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسی جیسی دوسری تعلیمات بھی۔

اس میں قرآن کریم کے ساتھ جن ''دوسری تعلیمات'' کا ذکر ہے اس سے مراد یہی وحی غیر متلو ہے۔(۱)

دونوں قسم کی وحی فی نفسہ واجب العمل ہے

جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالی کو راضی کرنے والے اور نجات دلانے اعمال کی طرف رہبری کی گئی ہے اور اللہ تعالی کو ناراض کرنے والے اور

(۱) علوم القرآن ۴۱

ہلاکت میں ڈالنے والے اعمال سے روکا گیا ہے اسی طرح احادیث میں بھی ان چیزوں کا سبق ملتا ہے، جس طرح قرآن کے احکامات کا ماننا ضروری ہے بالکل اسی طرح اور اسی درجہ میں احادیث کی تعلیمات کو بھی اپنانا ضروری ہے، کیونکہ احادیث کا مجموعہ بھی وحی کا حصہ ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى** (ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، جو کچھ کہتے ہیں وحی سے ہی کہتے ہیں) لہذا ایک مسلمان پر قرآن کی طرح حدیث بھی واجب العمل ہے، اگر کوئی شخص ہمارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے براہ راست کوئی حدیث سننے کے بعد اس کو ماننے سے انکار کردے تو وہ کافر ہوجائے گا، کیونکہ اس نے وحی کے ایک حصہ کا انکار کردیا، جبکہ ایمان کے لئے مکمل وحی کا ماننا ضروری تھا، پس یہ دونوں تار مل کر روشنی کا مینار کھڑا کریں گے، اگر ایک تار بھی کٹ گیا تو پھر روشنی غائب اور اندھیرا مسلط ہوجائے گا۔

آج یہ فرق مراتب کیوں؟

آج ہم جو یہ دیکھ رہے ہیں کہ قرآن کو علم وعمل میں مقدم سمجھا جاتا ہے (تقدس وتبرک میں تو اس کا درجہ واقعتاً بلند ترین ہے، کیوں کہ اس کے الفاظ بھی منزل من اللہ ہیں) حدیث کو اس سے کم، پھر حدیث میں بھی قوت وضعف کے مختلف مراتب ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد امت تک جو وحی کا علم پہنچا وہ براہ راست حضور اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے نہیں سنا گیا ہے بلکہ راویوں کے واسطے سے پہنچا، اور راویوں میں جھوٹے بھی ہوتے ہیں سچے بھی

ہوتے ہیں، کبھی پہنچانے والا ایک ہی آدمی ہوتا ہے اور کبھی جم غفیر کے توسط سے وہ علم امت تک پہنچتا ہے، اس لئے اب ان راویوں میں جتنے اسباب ایسے ہوں گے جن سے بات کی سچائی کا یقین ہوتا ہے اتنا ہی وہ علم قابل اعتماد ہوگا، اور جتنی ان صفات کی کمی ہوگی اتنا ہی اس علم سے اعتماد کم ہوتا جائے گا، چنانچہ قرآن کو ہم تک پہنچانے والے اتنے سارے لوگ ہیں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃ محال ہے، لہذا پورے یقین سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کا وہی قرآن ہے جو ہمارے نبی ﷺ پر نازل ہوا تھا، اگر کسی نے اس کی ایک آیت کا بھی انکار کردیا یا اس سے بھی کم کا انکار کیا تو وہ اسلام کی سرحد سے نکل جائے گا، اور یہی حال احادیث کے کچھ حصہ کا بھی ہے، یعنی وہ احادیث اتنی بڑی تعداد کے واسطہ سے ہم تک پہنچی ہیں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا محال ہے، (اصطلاح حدیث میں اس کو حدیث متواتر کہا جاتا ہے) لہذا ان احادیث کا بھی وہی حکم ہوگا جو قرآن کریم کا ہے، یعنی ان کو ماننا ضروری ہے اور ان کو جھٹلانے والا بھی اسلام سے خارج ہوجائے گا (۱) البتہ احادیث کا اکثر حصہ ہم تک ایک، دو یا تین راویوں کے واسطے سے پہنچا ہے، اس لئے ان کا وہ درجہ نہیں ہوسکتا جو قرآن اور احادیث متواترہ کا ہے، اور وہ احادیث (جن کے راوی ایک، دو یا تین ہیں) بھی سب درجہ میں برابر نہیں ہوں گی بلکہ راوی کے مراتب کے بقدر وہ بھی ایک دوسرے سے متفاوت ہوں گی، اگر کسی حدیث کا راوی سچا، متقی اور قوی الحافظہ ہے تو اس کا درجہ اعلی ہوگا، لیکن پھر بھی وہ حدیث قرآن کے درجے کو نہیں پہنچ سکتی، اس وجہ

(۱) آثار الحدیث ۲/۱۲۸

سے نہیں کہ وہ حدیث ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس کو بیان کرنے والا ایک ہی ہے، اور اگر راوی جھوٹا ہے، یا اس کا حافظہ بہت زیادہ کمزور ہے تو اس حدیث کا درجہ نہایت ہی کمزور ہوگا، اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ حدیث ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس کا بیان کرنے والا قابل اعتماد نہیں ہے، اگر بالفرض قرآن کی آیتوں کو بیان کرنے والے ایک دو راوی ہوتے تو ان کی بھی احادیث کی طرح اعلی اور ادنی کی تقسیم ہوتی، لیکن قرآن میں تو ایسا ہونے سے رہا، اس لئے قرآن حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں جیسا قطعی الثبوت تھا آج بھی ویسا ہی قطعی الثبوت ہے، پس ساری وحی فی نفسہ واجب العمل ہے، اور سارے ہی احکام اسلام کو ماننا ضروری ہے، ایک حکم کا انکار- چاہے وہ حکم قرآن میں ہو یا ہمارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے ملا ہو- کفر تک پہنچا دینے والا ہے لیکن ہم تک پہنچنے کے وسائل میں تفاوت ہونے کی بنیاد پر آج ہم فرق مراتب دیکھ رہے ہیں، اور حدیث میں مختلف درجات اور اقسام نظر آتے ہیں۔

حدیث کی چند اقسام کا بیان

یہاں احادیث کی وہ چند اقسام اور ان کی تعریفات بیان کی جاتی ہیں جو عام طور سے سننے اور اردو کتابوں میں پڑھنے کو ملتی ہیں، ان تعریفات سے قارئین پر یہ بات بھی واضح ہوجائے گی کہ حدیث کی قوت وضعف کا دارومدار سند اور رواۃ پر ہے۔

تعدادِ رواۃ کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں:

حدیث متواتر: وہ حدیث جس کو روایت کرنے والے ہر زمانے میں

اتنے سارے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃ محال ہو۔

خبر واحد: جو حدیث مذکورہ حالت میں نہ ہو (یعنی جو متواتر نہ ہو)

پھر خبر واحد کی تین قسمیں ہیں:

خبر مشہور: جس کے راوی ہر طبقہ میں دو سے زائد ہوں مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں۔

خبر عزیز: جس کے راوی ہر طبقہ میں دو ہوں یعنی کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں اگر چہ کسی طبقہ میں دو سے زیادہ بھی ہوگئے ہوں۔

خبر غریب: وہ ہے جس کا راوی صرف ایک ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہو یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہوگئے ہوں۔

راویوں کے حالات کے اعتبار سے خبر واحد کی مختلف قسموں میں سے چند یہ ہیں:

صحیح: وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل (جھوٹ اور منہیات شرعیہ سے بچے ہوئے) اور تام الضبط (قوی یادداشت والے) ہوں اور سند میں اتصال ہو (کہ ہر راوی دوسرے راوی سے ملا ہوا ہو) اور وہ شاذ نہ ہو (یعنی اس حدیث کی مخالفت اس سے زیادہ معتمد راوی نہ کرتا ہو)

حسن: وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل ہوں سند میں اتصال ہو اور حدیث شاذ نہ ہو یہ ساری شرطیں تو صحیح کی موجود ہوں، البتہ اس کا کوئی راوی تام الضبط نہ ہو بلکہ خفیف الضبط ہو یعنی یادداشت میں کچھ کمی ہو۔

ضعیف: وہ حدیث جس میں صحیح اور حسن کے شرائط نہ پائے جائیں۔

منکر: جس کا راوی ضعیف ہو اور ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ جس کا راوی فاسق ہو یا اس سے غلطیاں بہت ہوتی ہوں یا جو احادیث یاد کرنے میں اکثر غفلت برتتا ہو اگرچہ ثقہ راویوں کی مخالفت نہ کرتا ہو۔

متروک: وہ حدیث ہے جس کے راوی پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو۔

موضوع: وہ حدیث ہے جس کا راوی حدیث میں جھوٹ بولنے والا ہو۔

مزید چند اصطلاحات حدیث:

مرفوع: وہ حدیث جس میں حضور اقدس ﷺ کے قول یا عمل کو بیان کیا گیا ہو۔

موقوف: وہ حدیث جس میں کسی صحابی کے قول یا عمل کو بیان کیا گیا ہو۔

معلق: وہ حدیث ہے جس کی سند سے ابتدائی حصہ حذف کر دیا گیا ہو۔

مرسل: کوئی تابعی صحابی کا ذکر کئے بغیر یہ کہے **قال رسول الله ﷺ كذا** رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا۔

معضل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے دو یا زیادہ راوی مسلسل حذف ہو گئے ہوں۔

منقطع: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے ایک راوی حذف ہو گیا ہو یا زیادہ راوی حذف ہوئے ہوں مگر مسلسل نہ ہوئے ہوں۔

ان اقسام کی پوری تفصیل مالہ وماعلیہ کے ساتھ اصطلاح حدیث کی کتابوں میں درج ہے، وہاں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے، آئندہ صفحات میں مذکورہ اقسام میں سے موضوع حدیث کے متعلق تفصیلی کلام کیا جائے گا۔

صحابہ ؓ کا احتیاط اور وضع حدیث کا آغاز

زبان رسالت مآب سے احادیث کا وہ صاف شفاف چشمہ جاری ہوا جس میں انسانیت کی فلاح و بہبوی کا راز چھپا ہوا تھا، جس میں زندگی گذارنے کا وہ سبق پڑھایا گیا تھا کہ عقل انسانی اپنی پوری زور آزمائی کے بعد بھی وہ سبق حاصل کرنے سے پہلے ہی تھک کر رہ جاتی، جب اس چشمۂ نور کی ندیاں رواں ہوئیں تو جو لوگ اس سے پہلے پہل فائدہ اٹھانے والے تھے وہ بڑے جوہر شناس اور قدرداں تھے، انہوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا اور اس میں نہا دھو کر اپنے آپ کو برسوں کی پرانی آلائشوں سے پاک صاف کر دیا، اور اس جوہر بے بہا کو اس قدر سینے سے لگایا کہ نہ اس کو ضائع ہونے دیا نہ اس میں جھوٹ کی آمیزش ہونے دی، صحابہ ؓ کی یہ مقدس جماعت نہ کسی علم کو چھپا کر اس کو ضائع کرنے والی تھی، اور نہ اس میں جھوٹ ملا کر اس میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والی تھی، ایک طرف علم کو نہ چھپانے کا حکم تھا، دوسری طرف احادیث میں اقل قلیل جھوٹ سے بھی سختی سے روکا گیا تھا، انہوں نے دونوں حکموں کو بخوبی انجام دیا، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

لَوْ لا آیتانِ انزلھُمَا اللّٰہُ فی کتابِہ ما حدّثتُکمْ بِشیْئٍ ابَداً، قول اللّٰہ عزّوجلّ انّ الّذینَ یَکْتُمُونَ مَا انْزَلنَا مِنَ البَیِّنَاتِ الآیة. (بقرة ۱۵۹) (۱)

یعنی اگر وہ دو آیتیں (علم چھپانے کی وعید میں) نہ ہوتیں جو قرآن کریم

(۱) بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم.

میں اللہ تعالی نے نازل فرمائی ہیں تو میں کبھی بھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔

ہر صحابی کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ حدیث بیان کرنے کی نوبت اس کو نہ آئے بلکہ کوئی دوسرا صحابی بیان کر کے تبلیغ حدیث کی ذمہ داری پوری کر دے، عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ

اَدْرَکْتُ فِی هٰذا الْمَسْجِدِ عِشْرِینَ و مِائَةً منَ الانْصَارِ وَمَا مِنْهُمْ مِنْ اَحَدٍ یُحدِّثُ بِحَدِیثٍ الا وَدّ انّ اَخَاه کَفَاه الْحَدِیْثَ.(۱)

یعنی میں نے اس مسجد (کوفہ) میں ایک سو بیس انصاری صحابہ ایسے دیکھے ہے کہ ان میں سے ہر ایک اس کی یہ خواہش کرتا کہ کوئی دوسرا صحابی حدیث بیان کر کے ان کی طرف سے کافی ہو جائے۔

اور جب کوئی بیان کرتا تو بڑے احتیاط سے کانپتے ہوئے لرزتے ہوئے بیان کرتا، ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ:

کَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اذا حَدّثَ عنْ رَسُوْلِ الله ﷺ فی الایّامِ تَزْبدُ وَجْهُه وقالَ هکذَا او نحوه هکذَا او نحوه.(۲)

جب ابن مسعودؓ رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور فرماتے کہ یہ فرمایا یا اس جیسا، یہ فرمایا یا اس جیسا۔

(۱)سنن دارمی (باب من هاب الفتيا) ٦٥

(۲)سنن دارمی ٩٦/١.

حضرت انسؓ کا بھی یہی طرز عمل نقل کیا گیا ہے:

کَانَ انسٌ قَلیلَ الحدیثِ عَنْ رسولِ اللّٰهِ ﷺ وکَانَ اذَا حدَّثَ عنِ النَّبیّ ﷺ حدیثاً ففرَغَ مِنهُ قالَ او کمَا قَالَ رَسولُ اللّٰهِ ﷺ (۱)

حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کم بیان کیا کرتے تھے اور جب بیان کرتے تو بعد میں **او کما قال** ﷺ کہہ دیتے۔

طبرانی نے حضرت عثمانؓ کے متعلق اور مسند احمد، نسائی وغیرہ میں حضرت معاویہؓ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ کم حدیث نقل کرنے والے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک جماعت کو کوفہ روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے روایتیں کم بیان کرنا(۲) حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے تحذیر الخواص میں اور بھی ایسی روایتیں نقل فرمائی ہیں جن میں صحابہؓ کے احتیاط کا ذکر ملتا ہے۔

الغرض صحابہؓ کی جماعت نے احادیث کا ذخیرہ بے کم و کاست اپنے بعد والوں کے ہاتھوں میں دے دیا، کسی ایک صحابی نے بھی حدیث کے باب میں جھوٹ نہیں بولا، چنانچہ ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ **الصحابة کلهم عدول** صحابہؓ سارے کے سارے عادل تھے، جھوٹ کا سایہ بھی ان حضرات مولیٰ صفات پر نہیں پڑا تھا، بقول علامہ اقبالؒ.....

نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

(۱)دارمی ٩٦/١، المستدرك على الصحيحين للحاكم (۲)دارمی ٩٦/١

جب یہ قیمتی سرمایہ تابعین کے ہاتھوں میں پہنچا تو اس طبقہ میں سچوں کے ساتھ جھوٹے بھی مل گئے، جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کا الم انگیز سانحہ رونما ہوا اس کے بعدامت میں کچھ گمراہ فرقے وجود میں آئے، جیسے شیعہ، روافض، خوارج وغیرہ، ان گمراہ فرقوں نے اپنے نظریات کے مطابق احادیث کو وضع کرنا شروع کردیا، اوراس طرح وضع حدیث کی بنیاد پڑ گئی، رفتہ رفتہ احادیث گھڑنے کا سلسلہ بڑھتا ہی گیا اوران گمراہ فرقوں نے اتنی حدیثیں وضع کیں کہ بس الامان الحفیظ... ابویعلی خلیلی کا بیان ہے:

وضعت الرافضة فی فضائل علی رضی اللہ عنہ واهل بيته نحو ثلاث مائة الف حديث.

روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کے اہل خانہ کے فضائل میں تقریبا تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔(۱)

ابن لہیعہؒ کہتے ہیں کہ خوارج کے ایک شیخ نے بیان کیا ہے کہ:

ان هذا الاحاديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم فانا كنا اذا هوينا امرا صيرنا ه حديثا.

یہ احادیث دین ہیں اس لئے تم دیکھو کہ دین کس سے حاصل کررہے ہو کیوں کہ جب ہمیں کوئی بات اچھی لگتی تو ہم اسے حدیث بنادیتے۔(۲)

اسی طرح کی ایک بات حماد بن سلمہ نے روافض کے کسی شیخ سے نقل کی ہے کہ:

كنا اذا استحسنا شيئا جعلناه حديثا.(۳)

(۱)الاسرار المرفوعة ٤٥٥ ـ(۲)الآثار المرفوعة ٤٣ (۳)الآثار المرفوعة ٤٥

جب ہمیں کوئی بات اچھی لگتی تو ہم اس کو حدیث بنادیتے۔

پھران گمراہ فرقوں اورراہ حق سے بھٹک جانے والوں کے نقش قدم پر اہل حق میں سے بعض جاہلوں نے چلنا شروع کیا، اور انہوں نے بھی اپنے مسلک کی تائید اور گمراہ فرقوں کے جواب میں حدیثیں وضع کیں، شیعوں اور روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف احادیث وضع کیں تو بعض جاہل اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث گھڑیں، ملاعلی قاری ابن قیم جوزیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن ذلک ما وضعه بعض جهلة اهل السنة فی فضائل معاويةؓ

اورموضوعات میں سے وہ احادیث بھی ہیں جو بعض جاہل اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں وضع کیں۔(۱)

پھراسی پر بس نہیں ہوا بلکہ اس کی شاخیں پھیلتی ہی گئیں، جہالت و ضلالت کی تاریکیوں میں سرگرداں لوگوں نے اپنے الگ الگ مقاصد کی تکمیل کے لئے وضع حدیث سے فائدہ اٹھایا۔

وضع حدیث کے مقاصد

جن مختلف اغراض ومقاصد کی خاطر اس حرکت شنیع کا ارتکاب کیا گیا ان میں سے چند یہ ہیں:

(ا) دین کو نقصان پہنچانا، مثلاً صحیح احادیث کے ساتھ موضوعات کو ملا کر

(۱)الاسرار المرفوعة ٤٥٥

احادیث سے اعتماد ختم کردینا، دین کے ساتھ مذاق کرنا، ایسے مضامین والی
حدیثیں وضع کرنا جن سے اسلام کا مذاق کیا جائے اور اس پر ہنسا جائے، اس
مقصد سے زنادقہ نے حدیثیں وضع کیں جیسے عبدالکریم بن ابی العوجاء، محمد بن
سعید، حارث کذاب وغیرہ، حماد بن زید نے لکھا ہے کہ زنادقہ نے چودہ ہزار
احادیث وضع کی ہیں، ابن عدی نے لکھا ہے کہ جب ابن ابی العوجاء کو پکڑ کر لایا
گیا تو اس نے کہا کہ میں نے چار ہزار احادیث وضع کی ہے جن میں حلال کو حرام
اور حرام کو حلال قرار دیا ہے۔(۱)

(۲) کچھ لوگوں نے اپنے مذہب اور نظریہ کی تائید کے لئے احادیث کو
وضع کیا، نفس پرستوں اور اہل بدعت نے اپنے مذہب اور اپنے بدعت کی حمایت
کے لئے احایث وضع کیں، حاکمؒ نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم طالقانی فرقہ مرجیہ
کے سرکردہ لوگوں میں سے تھا وہ اپنے مذہب کی تائید کے لئے احادیث گھڑتا تھا
ابن عدی نے لکھا ہے کہ محمد بن شجاع اپنے مذہب کی تائید میں حدیثیں وضع کرتا
اور محدثین کی طرف منسوب کردیتا، اسی طرح تصوف کے مخصوص افعال واعمال
کی تقویت کے لئے اور کسی ایک فقہی مسلک کی تائید میں بھی وضع حدیث سے
سہارالیا گیا، جیسے **من رفع یدیه فی الرکوع فلا صلاۃ له** جو رکوع میں
ہاتھ اٹھائے گا اس کی نماز نہیں ہوگی، **من قرأ خلف الامام ملئ فوہ نارًا** جو
امام کے پیچھے قراءت کرے گا اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے گا۔

(۳) بعض جاہل صوفیوں نے ترغیب وترہیب کے متعلق احادیث

(۱)تنزیه الشریعه ۱/۱۱

وضع کیں، یہ نیک نیتی سے بڑے سنگین جرم کا ارتکاب کر بیٹھے، ان کا مقصد لوگوں
کو اچھے اعمال پر ابھارنا اور برے کاموں سے باز رکھنا تھا، اور وہ اپنے گمان میں
اس کو جائز سمجھ رہے تھے، احادیث کے متعلق ان ہی لوگوں سے زیادہ نقصان ہوا
ہے، کیوں کہ ان کے زہد وورع کو دیکھ کر لوگوں نے ان پر اعتماد کیا اور ان کی بیان
کردہ موضوع احادیث کو بھی نادانستہ قبول کرلیا۔

(۴) کچھ مفاد پرستوں نے دنیوی فوائد کی تحصیل کے لئے وضع حدیث
کا پیشہ اپنایا جیسے کچھ واعظوں اور قصہ گوئی کرنے والوں نے عزت حاصل کرنے،
نئی نئی احادیث سے عوام کی توجہ کا مرکز بننے کے لئے احادیث وضع کیں، کچھ
لوگوں نے بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے حدیثیں گھڑیں، مثلاً: غیاث
بن ابراہیم جب خلیفہ مہدی کے پاس گیا تو وہ کبوتر سے کھیل رہا تھا تو اس نے فوراً
ایک حدیث کہہ ڈالی **لا سبق الا فی نصل او خف او حافر او
جناح** (۱) (ترجمہ مسابقت جائز نہیں ہے مگر نیزہ بازی میں یا اونٹ میں یا
گھوڑے میں یا پرندے میں) یہ حدیث حافر تک تو ٹھیک ہے اس کے بعد **او
جناح** غیاث کا اضافہ ہے، مہدی کو اس کے جھوٹ کا پتہ چل گیا تو اس نے
غیاث کے جانے کے بعد کبوتر ذبح کروادیا کہ یہی مشغلہ جھوٹ کا سبب بنا۔

(۵) بعض لوگوں نے تو وضع حدیث کو پیشہ بنا لیا تھا، جیسے ابوسعید
المدائینی (۲) حضرت شعبہؒ فرماتے ہیں (۳) کہ یزید بن ابی سفیان البصری بصرہ

(۱)نزهة النظر فی شرح نخبه الفکر (۲)تدریب الراوی ۳۳۷
(۳) فتنۂ وضع حدیث ۲۷، بحوالہ الاباطیل و المناکیر

کی مسجد میں پڑا رہتا تھا ، اگر کوئی شخص اسے ایک درہم دیتا تو وہ اس کے لئے
پچاس حدیثیں وضع کر دیتا۔(۱)

موضوعات کا انسداد

ان مختلف اغراض و مقاصد کی بنیاد پر یہ طوفان اٹھا،اور جو صاف شفاف
چشمہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے امت کو ملا تھا اس کی حفاظت کے بجائے اس میں گندا
نالہ گرانے کی کوشش کی گئی ، اور بہت سی من گھڑت احادیث کو صحیح احادیث کے
ذخیرے میں ملا دیا گیا لیکن جہاں اللہ تعالی نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا
ہے وہیں اسکے ضمن میں احادیث کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے، کیونکہ قرآن کریم کی
مکمل حفاظت تو یہی ہے کہ اسکے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت ہو،اور یہ احادیث
قرآن کریم کے معانی اور اسکی تفاسیر ہیں،جنکی مدد کے بغیر قرآن کریم کے صحیح مفہوم
تک پہنچنا ناممکن ہے، پس معانی قرآن کی حفاظت کے لئے احادیث کی حفاظت
ضروری ہے، نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی**
الآیہ، دوسری جگہ ارشاد ہے **ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** الآیہ،اور ایک جگہ
ارشاد باری ہے **ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا** الآیہ، ان
آیتوں میں امت سے مطالبہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول وعمل کی پیروی کرے،
اب اگر احادیث رسول ﷺ (جو کہ اقوال و افعال رسول ﷺ کا دوسرا نام ہے) بعد
والوں کو نہیں پہنچیں، یا جھوٹ کی ایسی آمیزش ہوگئی کہ کھرے اور کھوٹے کو الگ کرنا
مشکل ہوگیا اور صحیح احادیث کو الگ کر کے ان پر عمل کرنا ناممکن ہوگیا تو مذکورہ آیتوں

(۱) ھذا الکلام المذکور علی مقاصد الوضع ملخص من "الآثار المرفوعۃ" و "الاسرار المرفوعہ"

پر امت عمل پیرا کیسے ہوگی؟اور قرآن کی یہ آیتیں بے معنی ہو جائیں گی، یا تکلیف مالا
یطاق لازم آئے گی ، پس معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے اتباع رسول اور اسوۂ رسول
اکرم کو اپنانے کا حکم حفاظت حدیث کی ذمہ داری کو متضمن ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے
احادیث مبارکہ کی حفاظت فرمائی ،اور اس کے لئے امت میں پرہیز گار، دیانت دار
اور اعلی ذہانت وفطانت اور قوت حافظہ سے متصف علماء کی ایک ایسی جماعت کو کھڑا
کیا جنہوں نے اپنی زندگیاں احادیث کی خدمت میں قربان کردیں ، ایک طرف
احادیث کا ذخیرہ سینوں اور سفینوں میں محفوظ کرلیا، اور دوسری طرف موضوع
احادیث سے بچنے کا بھی اہتمام کیا ،اور موضوعات کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑے
ہوگئے،اور ان کی ترویج کا دروازہ بند کردیا، پس موضوعات وجود میں تو آئیں لیکن
ان کو قبولیت ملنے اور رواج پانے کا موقع نہیں ملا، محدثین نے ایک ایک موضوع
حدیث کو چن چن کر باہر نکال پھینکا، چنانچہ ہارون رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا
گیا،خلیفہ نے اس کو قتل کرنے حکم دیا تو اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! ان چار ہزار
احادیث کا کیا ہوگا جن کو میں نے تمہارے دین کے متعلق وضع کیا ہے،جن میں میں
نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا ہے، ان میں ایک بات بھی رسول اللہ ﷺ کی
کہی ہوئی نہیں ہے،تو ہارون رشید نے جواب دیا کہ اے زندیق ! تیری حدیثیں عبد
اللہ بن مبارک اور ابو اسحاق الفزاری کے ہوتے ہوئے کیسے چل سکتی ہیں ، وہ
حضرات تیری ایک ایک حدیث کو چھان کر باہر نکال دیں گے۔

عبد اللہ ابن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ یہ جو موضوع روایتیں ہیں ان کی
نشاندہی کرنے والا کون ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالی ان کے لئے ماہر نقاد

پیدا کریں گے، پھر یہ آیت پڑھی **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون.**(۱)

الآثار المرفوعہ کے مقدمہ میں صاحب تحقیق وتعلیق نے علماء کی اس خدمت جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقد واجه العلماء هذه الاحاديث بالموقف الذى يحقق لهذه الشريعة نقائها وسلامتها من التزايد والنقصان واستطاعوا ان يميزوا الخبيث من الطيب والصحيح من الضعيف و الموضوع حتى غدى الحديث الموضوع المكذوب معروفا لا يختلط بالصحيح.

ترجمہ: علماء کرام نے ان احادیث کی طرف متوجہ ہو کر اس طرح ان کی خدمت انجام دی کہ شریعت مطہرہ کسی طرح کی کمی زیادتی کے بغیر قائم ودائم ہے، اور خدمت حدیث میں وہ طرز اختیار کیا کہ خبیث اور طیب، صحیح اور ضعیف و موضوع کے درمیان امتیاز پر قدرت حاصل ہوگئی، چنانچہ موضوع حدیث کھل کر اس طرح سامنے آگئی کہ صحیح حدیث کے ساتھ مخلوط نہیں ہوسکتی۔(۲)

حدیث کی ایسی خدمت اس امت کے علماء کا ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال کوئی قوم یا کوئی مذہب پیش نہیں کرسکتا، آج صدیوں کے بعد بھی سرکار دوعالم ﷺ کی احادیث مبارکہ کا ذخیرہ پوری جامعیت کے ساتھ اپنی اصلی صورت میں ہمارے سامنے اس طرح موجود ہے کہ گویا خود ہمارے نبی ﷺ ہمارے سامنے جلوہ فرما ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

(۱)الآثار المرفوعة ۱۱ (۲)الآثار المرفوعة ۱۱.

موضوعات کا سد باب کرنے کے لئے سند کا اہتمام

موضوعات کی روک تھام کے لئے بنیادی چیز جس کو محدثین نے اپنایا سند ہے، جب لوگوں نے حدیث میں جھوٹ بولنا شروع کیا، اور موضوعات کو رواج دینے کی کوششیں ہوئیں، تو علمائے حدیث نے سند کی طرف توجہ فرمائی، جب کوئی حدیث بیان کرتا تو اس سے سند کا مطالبہ کیا جاتا، اگر حدیث کی سند بیان کی جاتی تو ٹھیک ورنہ اس کی طرف بالکل توجہ نہ دی جاتی، ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ:

لم يكونوا يسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم.(۱)

ترجمہ: محدثین اسناد کے متعلق کچھ نہیں پوچھتے تھے لیکن جب فتنہ واقع ہوا تو محدثین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تمہاری بیان کردہ حدیث کے رواۃ بیان کرو۔

سند کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے حضرت ہی کا یہ مقولہ ہے کہ:

ان هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم.(۱)

ترجمہ: یقیناً یہ علم دین ہے، پس اس بات پر نظر رکھو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کرتے ہو۔

عبداللہ ابن مبارکؒ بیان فرماتے ہیں کہ:

الاسنادُ من الدينِ لولا الاسناد لقالَ مَن شاءَ ما شاءَ.(۱)

ترجمہ: سند بیانی دین کا شعبہ ہے، اگر سند بیانی کا سلسلہ نہ ہوتا تو جس کے جی میں جو آتا بول دیتا۔

(۱) مقدمة صحيح مسلم.

احادیث کی سندوں کا اہتمام کرنے سے تمام احادیث کے سارے رواۃ سامنے آگئے، اس کے بعد ایک ایک راوی کی حالت کو تفصیل سے دیکھا گیا، دیانت داری، پرہیز گاری، ذہانت وسچائی کی میزان میں ہر راوی پرکھا گیا، ان میں سے سچے، معتبر راویوں کو الگ کیا گیا اور ان کی حدیثیں شوق ورغبت سے قبول کی گئیں، دوسری طرف کذابوں کا پردہ بھی چاک کیا گیا، انہیں بے نقاب کر کے آخرت کی رسوائی کے ساتھ دنیا میں بھی ان کی حقیقت کو آشکارا کیا، اور ان کی حدیثوں کو قبول کرنے کے بجائے پس پشت ڈال دیا، شاعر کہتا ہے:

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا　　مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا　　ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا

راویوں کی چھان پھٹک اتنے اہتمام سے ہوئی کہ یہ عمل مستقل ایک فن کی شکل اختیار کر گیا جس کو ہم ''اسماء الرجال'' کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس فن کی کتابوں میں ہر راوی پر تفصیل سے کلام کیا گیا ہے، راوی کی سچائی کذب بیانی، حافظہ کی قوت یا کمزوری، دیانت داری اور دیگر اسباب جرح و تعدیل کی وضاحت کی گئی ہے، اس کے علاوہ راوی کی سن پیدائش، سن وفات، شیوخ اور تلامذہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے، جس سے ہر ہر راوی کے قابل اعتماد یا نا قابل اعتماد ہونے کا بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اس طرح سند کے اہتمام اور راویوں کی جانچ پڑتال سے موضوع احادیث کو پکڑنا آسان ہو گیا، اور موضوعات کے رواج پانے کی جڑیں ہی کٹ گئیں، بقول حالی..

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا　　لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا　　کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح و تعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

پھر علماء نے جہاں اصولی طور پر ایک مجموعہ امت کے ہاتھوں میں دیا وہاں یہ کام بھی انجام دیا کہ ان اصول کی روشنی میں موضوعات کو الگ کر کے کتابی شکل میں مجموعے تیار کئے، جن میں امت کو موضوعات سے آگاہ کیا۔

موضوع احادیث پر لکھی ہوئی کتابیں

کتاب	مصنف
۱ – تذکرة الموضوعات	علامہ محمد طاہر پٹنیؒ ....م ۹۸۶ھ
۲ –کتاب الموضوعات	عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ.......م ۵۹۷ھ
۳–المغنی عن الحفظ والکتاب	عمرو بن بدر موصلیؒ ....م ۶۲۳ھ
۴–اللآلی المنثورة	حافظ ابن حجر عسقلانیؒ.........م ۸۵۲ھ
۵–المقاصد الحسنة	عبدالرحمٰن سخاویؒ...............م ۹۰۲ھ
۶–اللآلی المصنوعة	علامہ سیوطیؒ.......................م ۹۱۱ھ
۷–الذیل علی الموضوعات	علامہ سیوطیؒ.......................م ۹۱۱ھ
۸–الغماز علی اللماز	نورالدین سمہودیؒ ....م ۹۱۱ھ
۹–تنزیه الشریعة	علی بن عراقؒ ....م ۹۶۳ھ
۱۰–الفوائد الموضوعة	مرعی بن یوسف الکرمیؒ......م ۱۰۳۳ھ

۱۱–الاسرار المرفوعة	ملاعلی قاریؒ م۱۰۱۴ھ
۱۲–المصنوع	ملاعلی قاریؒ م۱۰۱۴ھ
۱۳–کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد عجلونیؒ م۱۱۶۲ھ
۱۴–الفوائد المجموعة	محمد بن علی شوکانیؒ م۱۲۵۰ھ
۱۵–المنار المنیف	ابن قیم جوزیؒ م۷۵۱ھ
۱۶–الآثار المرفوعة	علامہ عبدالحیی لکھنویؒ........م۱۳۰۴ھ
۱۷–الاباطیل و المناکیر	حسین الجوزقانیؒ............م۵۴۳ھ

وضع کی علامتیں

موضوع احادیث کا پتہ دو چیزوں سے لگایا جاتا ہے، کبھی سند سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی منسوب ہے، اور یہی اکثری صورت ہے، اور کبھی اس کا اندازہ متن حدیث سے لگایا جاتا ہے، متن حدیث میں کچھ ایسے عیوب ہوتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سید البشر ﷺ کا کلام نہیں ہوسکتا، جن مختلف علامتوں سے وضع کا اندازہ لگایا جاتا ہے ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

سند حدیث میں کسی راوی کے جھوٹا ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہلاتی ہے، راوی کے جھوٹ کی چند علامتیں یہ ہیں:

☆ راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات کا نہ ہونا ثابت ہو، مثلاً اس کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہو، یا جس جگہ سننے کا دعوی کر رہا ہو وہاں کبھی گیا ہی نہ ہو، جیسے (۱) مامون بن احمد ہروی نے دعوی کیا کہ اس نے

ہشام بن عمار سے سنا ہے، حافظ ابن حبانؒ نے اس سے پوچھا کہ تم کب شام میں داخل ہوئے تھے؟ تو اس نے کہا کہ ۲۵۰ھ میں، اس پر حافظ ابن حبانؒ نے فرمایا کہ ہشام جن سے تم روایت کرتے ہو ان کا انتقال ۲۴۵ھ میں ہو چکا ہے (۲) اسی طرح عبداللہ بن اسحاق کرمانی نے محمد بن ابی یعقوب سے حدیث روایت کی، حافظ ابوعلی نیشاپوری اس کے پاس آئے اور اس کا سن ولادت معلوم کیا تو اس نے ۲۵۱ھ بتایا، حافظ ابوعلی نیشاپوری نے کہا کہ محمد بن ابی یعقوب تو تمہاری ولادت سے نو سال پہلے وفات پا چکے ہیں (۳) اسی طرح محمد بن حاتم نے عبد بن حمید کے واسطے سے حدیث بیان کی تو حاکم ابوعبداللہ نے کہا کہ اس شیخ (محمد بن حاتم) نے عبد بن حمید کی وفات کے تیرہ سال بعد ان سے حدیث سنی ہے۔

☆ کبھی جھوٹ کا اندازہ راوی کے حال اور اس کے ذاتی رجحانات سے لگایا جاتا ہے مثلا: حاکم نے سیف بن عمر تمیمی سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ سعد بن طریف کے پاس تھے کہ اس کا لڑکا مکتب سے روتا ہوا آیا تو سعد نے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس لڑکے نے بتایا کہ استاذ نے مارا ہے، اس پر سعد نے کہا کہ آج میں ان لوگوں کو رسوا کروں گا چنانچہ اس نے ایک حدیث بناڈالی **حدثنی عکرمة عن ابن عباس مرفوعا معلموا صبیانکم شرارکم ، اقلهم رحمة للیتیم واغلظهم علی المساکین**(۱) (ترجمہ: مجھ سے عکرمہ نے ابن عباس سے مرفوع حدیث بیان کی کہ تمہارے بچوں کو تعلیم دینے والے تم میں سب سے برے لوگ ہیں، وہ یتیم پر سب سے کم رحم کرنے والے اور

(۱) اللآلی المصنوعة ۲/ ٤٧٠

مساکین پر سختی کرنے والے ہیں) یا مثلاً محمد بن حجاج نخعی جو ہریسہ بیچا کرتا تھا اس نے ہریسہ کی فضیلت میں ایک حدیث بنا رکھی تھی۔

☆ راوی اہل بدعت میں سے ہو، بدعت میں غلو کرنے والا اور اس کی دعوت دینے والا ہو اور وہ اپنے مسلک کی حمایت میں حدیث بیان کرتا ہو، اہل بدعت خوارج، روافض، کرامیہ، اور قرامطہ وغیرہ گمراہ فرقے ہیں۔

جیسے حضرت علی کی یہ روایت: **عبدت الله مع رسوله قبل ان يعبده احد من هذه الامة خمس سنين او سبع سنين** (۱) (ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عبادت کی اس امت کے کسی بھی فرد کی عبادت سے پانچ یا سات سال پہلے)، اس کا راوی حبہ بن جوین غالی شیعہ تھا۔ (۲)

☆ کبھی خود واضع کے اقرار کرنے سے معلوم ہوتا ہے، جیسے ابوعصمہ، نوح ابن ابی مریم نے بہت سی احادیث کے وضع کا اعتراف کیا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سند حدیث ایسی ہوتی ہے کہ اس سے وضع کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، لیکن متن موضوع ہوتا ہے چنانچہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

قد يكون اسناد الحديث كله ثقات ويكون الحديث موضوع. (۳)

ترجمہ: کبھی حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہوتے ہیں لیکن حدیث موضوع ہوتی ہے)، توضیح الافکار (۱/۱۹۳) میں لکھا ہے کہ جو حدیث سند کے لحاظ

(۱) تذكرة الموضوعات ۹۶ (۲) فن اسماء الرجال ۵۳

(۳) الموضوعات لابن الجوزی، الباب الثالث.

سے صحیح ہو ضروری نہیں کہ اس کا متن بھی صحیح ہو۔ (۱)

متن حدیث میں وضع کی علامتوں میں سے چند یہ ہیں:

(واضح رہے کہ مثالیں پیش کرنے میں سند کی حالت سے صرفِ نظر کر کے صرف متن میں وضع کی علامتوں کو واضح کیا گیا ہے)

☆ کسی روایت میں ایسی بے تکی باتیں ہوں کہ ایسی باتیں کوئی نبی نہیں کر سکتا۔

مثال: **من قال لا اله الا الله خلق الله من الكلمة طائرا له سبعون الف لسان لكل لسان سبعون الف لغة يستغفرون الله له.** (۲)

ترجمہ: جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس کلمہ سے اللہ تعالیٰ ایک پرندہ پیدا فرماتے ہیں جس کو ستر ہزار زبانیں ہوتی ہیں، ہر زبان کے لئے ستر ہزار طرح کی بولیاں ہوتی ہیں وہ اس پڑھنے والے کے لئے استغفار کرتی ہیں۔

☆ جو حدیث ایسی ہو کہ اس کے معنی کی رکاکت وقار نبوی کے خلاف ہو یا اس میں ایسا مضمون ہو کہ اس پر تمسخر کیا جائے، جیسے

(الف) **ان لله ملكا من حجارة يقال له عمارة ينزل على حمار من حجارة كل يوم فيسعر الاسعار.** (۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ایک پتھر کا بنا ہوا فرشتہ ہے جس کو عمارہ کہا جاتا ہے، وہ ہر روز پتھر کے گدھے پر اترتا ہے اور بازار کی قیمتیں طے کرتا ہے۔

(۱) موضوع اور ضعیف احادیث کے محرکات و برگ بار

(۲) الاسرار المرفوعة ۴۰۶ (۳) الاسرار المرفوعة ۴۴۲

(ب) لو کان الارز رجلا لکان حلیما ما اکله جائع الا اشبعه.(۱)

ترجمہ: اگر چاول آدمی ہوتا تو بردبار ہوتا، جو بھوکا شخص بھی اس کو کھاتا ہے وہ اس کو شکم سیر کر دیتا ہے۔

(ج)لو یعلم الناس ما فی الحلبة لاشتروها بوزنها ذهبا.(۲)

ترجمہ: اگر لوگوں کو میتھی کے فوائد معلوم ہو جاویں تو اس کے وزن کے برابر سونے کے بدلے اس کو خرید یں۔

☆ جو روایت قرآن، حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو اسی طرح جو عقل کے بالکل خلاف ہو کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔مثال:

(الف)الصخرة عرش الله الادنی. (۳)

ترجمہ: صخرہ اللہ کا چھوٹا عرش ہے۔

(ب)یأتی علی جهنم یوم ما فیها من بنی آدم احد تخفق ابوابها کأنها ابواب الموحدین.(٤)

ترجمہ: جہنم پر ایک دن ایسا آئے گا کہ اس میں بنی آدم میں سے کوئی بھی نہ ہوگا، اس کے دروازے بج رہے ہوں گے گویا وہ موحدین کے دروازے ہوں۔

(ج) ان الناس یدعون یوم القیامة بامهاتهم. (۵)

ترجمہ: لوگ قیامت کے دن ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے بلائے جائیں گے۔

(۱)تذکرة الموضوعات ۱٤۸ (۲) الاسرار المرفوعة ۲۸۹.

(۳) الاسرار المرفوعة ٤۳۵ (٤) اللآلی المصنوعة ۲/٤٦٦ (۵) الاسرارالمرفوعة ٤۷۳.

☆ کوئی تاریخی واقعہ جو صحیح اور متواتر طریقے سے معلوم ہو اس کے خلاف کوئی روایت ہو۔

مثال: **قالت عائشةؓ خرجت مع رسول الله ﷺ فی غزوة بدر فقال تعالَی حتی اسابقک فشددت درعی علی بطنی ثم خططنا خطا فقمنا علیه فاستبقنا فسبقنی وقال هذه مکان ذی المجاز.**

ترجمہ: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں نکلی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ادھر آؤ، ہم دوڑ میں مقابلہ کریں، پس میں نے اپنا قمیص پیٹ پر باندھ دیا، پھر ہم نے ایک خط کھینچا، اس پر ہم کھڑے ہو گئے، پھر ہم نے دوڑ لگائی پس رسول اللہ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا کہ یہ ذی المجاز کی جگہ ہو گیا۔

حافظ عراقیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ غزوۂ بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ نہیں تھیں (البتہ کسی اور موقع پر دو مرتبہ حضور ﷺ اور حضرت عائشہؓ کا دوڑ میں مسابقہ ہوا ہے)۔ (۱)

☆ احمد بن عبداللہ جویباری کی مجلس میں اس بات پر اختلاف ہوا کہ کیا حضرت حسن بصریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا ہے یا نہیں؟ اس وقت کسی نے یہ حدیث سنا ڈالی **قال رسول الله ﷺ سمع الحسن من ابی هريرة**، یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسن نے ابو ہریرہ سے سنا ہے۔(۲)

☆ کوئی روایت مشاہدہ اور حس کے خلاف ہو۔

مثال: **(الف)الباذنجان شفاء من کل داء** .(۳)

ترجمہ: بیگن میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

(۱) المغنی عن حمل الاسفار ۷۹٦. (۲) تنزیه الشریعة ۱/٦.(۳) المقاصد ۱٤۱.

(ب)اشربوا علی الطعام تشبعوا .(۱)

ترجمہ: کھانے کے بعد پانی پیو شکم سیر ہوجاؤ گے۔

☆ کسی معمولی نیکی اور چھوٹے سے عمل پر غیر معمولی اور مبالغہ کے ساتھ ثواب بیان کیا گیا ہو، یا معمولی گناہ پر بہت بڑی وعید بیان کی گئی ہو۔

مثال: **اذا جلس المتعلم بین یدی العالم فتح الله علیه سبعین بابا من الرحمة ولا یقوم من عنده الا کیوم ولدته امه و اعطاه الله بکل حرف ثواب ستین شهیدا، و کتب الله بکل حدیث عبادة سنة** .(۲)

ترجمہ: جب طالب علم استاذ کے سامنے بیٹھتا ہے تو اللہ تعالی اس طالب علم پر رحمت کے ستر دروازے کھول دیتے ہیں، اوران کے پاس سے اس حال میں کھڑا ہوتا ہے کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے کہ گویا اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو، اور اللہ تعالی اس کو ہر حرف کے بدلے ستر شہیدوں کا ثواب عطا کرتے ہیں، اور ہر حدیث کے عوض اللہ تعالی اس کے لئے ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتے ہیں۔

مَن سمِع الْمُنادِی بالصلوة فقال مَرحباً بالقائلینَ عدلاً و مَرحباً بالصلوةِ واَهلاً کُتِبَ لهٗ اَلْفَیْ اَلْفِ حسنَةٍ ومَحَا عنه الفی الف سیّئةٍ ورفع له الفی الف دَرجةٍ .(۳)

ترجمہ: جس نے مؤذن کی آواز سن کر یہ دعا پڑھی **مرحبا بالقائلین عدلا و مرحبا بالصلوة واهلا** (ترجمہ: مرحبا حق کی بات کہنے والوں کو مرحبا اور خوش آمدید نماز کو) تو اللہ اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھیں گے، بیس لاکھ گناہ معاف کریں گا اور بیس لاکھ درجے بلند کریں گے۔

(۱)الاسرار المرفوعة ۴۰۸ .(۲) تزکرہ الموضوعات ۱۹ .(۳) تزکرہ الموضوعات ۳۵.

☆ روایت میں کوئی ایسا واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وہ وقوع میں آتا تو سینکڑوں آدمی اس کو بیان کرتے، مگر اس کے باوجود ایک ہی آدمی نے اس کو روایت کیا ہو۔

مثال: **سألت ربی عز وجل فا حیا لی امی فآمنت بی ثم ردها.** (۱)

ترجمہ: میں نے میرے رب سے درخواست کی پس اللہ تعالی نے میری والدہ کو زندہ کیا، وہ مجھ پر ایمان لے آئیں، پھر اللہ تعالی نے ان کو واپس لوٹا دیا۔

حضور اقدس ﷺ کے والدہ کا زندہ ہونا پھر ان کا مسلمان ہونا یہ اتنا عظیم الشان واقعہ ہے کہ ایک طرف تو حضور اقدس ﷺ کا بہت بڑا معجزہ ہے اور دوسری طرف سارے فدایان رسول ﷺ کے دلوں کی تمنا بھی ہے، لیکن اس کے باوجود اس کو بیان کرنے والا ایک ہی راوی ہے۔(۲)

اسی طرح بعض کے نزدیک ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج کا نکلنا'' بھی اسی قبیل سے ہے کہ یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ اگر یہ ہوجاتا تو اس کو بیان کرنے والے بہت زیادہ لوگ ہوتے، مگر ایک ہی راوی اس کو بیان کرنے والا ہے۔

☆ روایت میں ایسی کوئی بات ہو جس کا جاننا سب کے لئے ضروری ہو، یا اس پر عمل کرنا ضروری ہو لیکن پھر بھی کوئی ایک راوی اس کو بیان کرنیوالا ہو۔

ابن جوزیؒ نے علامات وضع کے متعلق ایک جامع بات فرمائی ہے کہ **اذا رأیت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول او ینا قض الاصول فاعلم انه موضوع** . جب تو کسی حدیث کو دیکھے کہ وہ معقول کے خلاف

(۱) الاسرار المرفوعة ۱۰۸. (۲) رسول اللہ ﷺ کے والدین جنت میں جائیں گے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، حقیقت حال اللہ ہی کو معلوم ہے، اور اس معاملہ میں سکوت بہتر ہے۔

ہے، یا منقول سے ٹکراتی ہے، یا اصول سے مناقض ہے تو جان کہ وہ موضوع ہے۔(۱)

ملاعلی قاریؒ نے الاسرار المرفوعہ میں علامات موضوع کو تفصیل سے بیان کیا ہے، مزید تفصیل جاننے کے لئے وہاں مراجعت کریں۔

جن راویوں کی حدیث نا قابل قبول ہے

جرح کا مطلب ہے راوی کی کمزوری اور عیب کو واضح کرنا، الفاظِ جرح کے مختلف درجے ہوتے ہیں ان میں سے بعض اتنے شدید ہیں کہ ان کے ذریعہ جرح کئے جانے والے راوی کی روایت بالکلیہ قبول نہیں کی جاتی وہ الفاظ یہ ہیں:

مرتبہ رابعہ: **ضعیف جدا ، واہ بمرۃ ، رد حدیثہ ، ردوا ، حدیثہ مطرح ، لیس بشیئ ، لا یکتب حدیثہ ، لا یحل کتب حدیثہ ، لا تحل الروایۃ عنہ** ... مرتبۂ خامسہ : **متھم بالکذب ، ذاھب الحدیث، ھالک ، لیس بثقۃ ، متروک الحدیث**... مرتبۂ سادسہ : **کذاب ، وضاع ، دجال ، یصنع الحدیث ، یکذب ، وضع حدیثا**... مرتبۂ سابعہ : **اکذب الناس ، الیہ المنتھی فی الوضع ، رکن من ارکان الوضع .**

حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم مراتب ثلاثہ اولی (یعنی اولی، ثانیہ، ثالثہ) کے ذکر کرنے کے بعد مذکورہ بالا چار مراتب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "باقی مراتب اربعہ اخیرہ (یعنی رابعہ، خامسہ، سادسہ، سابعہ) کی روایات کا کسی درجہ میں اعتبار نہیں ہے، نہ استدلال ہی کیا جاسکتا ہے نہ تائید و تقویت ہی حاصل کی جاسکتی ہے"(۲)

(۱) مناقض ہونے کا مطلب ہے کہ اس حدیث کا احادیث کی کتابوں میں کہیں پتہ نہ ہو۔ تدریب الراوی ۳۲۷. (۲) نوادر الحدیث مع اللآلی المنثورہ ۱۵۵.

احکامات و ھدایات

وضع حدیث پر وعیدیں

حدیث گھڑنا اور کسی بات کی رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط نسبت کرنا بالکل حرام ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے، یہ گناہ اکبر الکبائر میں سے شمار ہوتا ہے جب عام لوگوں کے متعلق جھوٹ بولنا بالاتفاق حرام ہے تو اس ذات مقدس کے متعلق جھوٹ بولنا۔ جس کا ہر قول و عمل وحی کی ترجمانی ہے اور جس کے بولے ہوئے ہر لفظ پر قرآن کریم نے **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى** کہہ کر وحی کی مہر لگادی ہے۔ کس قدر سنگین گناہ کا باعث ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے، دین کی حفاظت کے لئے یہی ایک روایت کا راستہ کھلا ہوا ہے، اسی سے دین کی بقا ممکن ہے، اگر روایت میں ہی کذب بیانی شروع ہوگئی تو دین کیسے محفوظ رہے گا، اسی لئے احادیث میں اس سے بڑی تاکید سے روکا گیا ہے، اور ایسا کرنے والے آدمی کے متعلق احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، صاف لفظوں میں جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے، کونسا ایسا بہادر انسان ہے جو دنیا کی آگ کو برداشت کرسکے، جب دنیا کی آگ کا یہ عالم ہے تو جہنم کی آگ کون برداشت کرسکتا ہے، اسی طرح اللہ کا شدید غصہ اور اللہ کی لعنت کی وعیدیں بھی آئی ہیں ذیل میں کچھ احادیث نقل کی جاتی ہیں:

(۱) مَنْ تعمَّدَ علیَّ کذِبًا فلْیَتبوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: جس نے مجھ پر جان کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

(۲) لا تکذِبُوا علیَّ فانهٗ مَنْ کذبَ علیَّ فلْیَلِجِ النَّارَ.

ترجمہ: مجھ پر جھوٹ مت بولو اس لئے کہ جو مجھ پر جھوٹ بولے اس کو چاہئے کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔

(۳) مَن یَقُلْ مَا لَمْ اَقُلْ فلْیَتبوَّأْ مقعدَهٗ مِن النارِ.

ترجمہ: جو میری طرف ایسی بات کی نسبت کرے جو میں نے نہیں کہی اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

(۴) عن دجین ابی الغصن قال قدمت المدینة فلقیت اسلم مولی عمر بن الخطاب فقلت حدثنی عن عمر فقال لا استطیع اخاف ان ازید او انقص ، کنا اذا قلنا لعمر حدثنا عن رسول الله ﷺ قال اخاف ان ازید حرفا او انقص ، ان رسول الله ﷺ قال من کذب علی فهو فی النار.

ترجمہ: دجین ابوالغصن کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا اور حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم سے ملا، میں نے ان سے درخواست کی کہ حضرت عمرؓ سے کچھ حدیث بیان کریں، تو حضرت اسلم نے کہا کہ نہیں مجھے کمی زیادتی ہو جانے کا خوف ہے، ہم حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہمیں سنائیں، وہ جواب دیتے کہ نہیں کیوں کہ مجھے کمی زیادتی کا خوف ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ جہنم میں

جائے گا۔

(۵) لا تکذِبُوا علیَّ فانه لیسَ کذبٌ علیَّ ککذبٍ علٰی غیرِی.

ترجمہ: مجھ پر جھوٹ مت باندھو، اس لئے کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا اوروں پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے (بلکہ بہت زیادہ بھاری ہے)۔

(۶) اِنَّ من الکبائرِ اَن یقولَ الرَّجلُ علیَّ ما لم اقلْ .

ترجمہ: یقیناً بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہ کہی ہو۔

(۷) اِشتدَّ غضب اللّٰه علٰی من کذب علی متعمِّدًا.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص پر بڑا غصہ آتا ہے جو میری طرف جان کر جھوٹی بات منسوب کرے۔

(۸) مَن کذبَ علیَّ مُتعمِّدًا فعلیهِ لعنة اللّٰه والملائکةِ والناسِ اجمعینَ لا یقبل منه صرفٌ ولا عدلٌ .

ترجمہ: جو مجھ پر جھوٹ بولے گا اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی، اور اس کی فرض اور نفل کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

(۹) ثلاثةٌ لا یَریُحون رائحة الجنة... رجلٌ کذب علٰی نبیّه.

ترجمہ: تین قسم کے لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیں گے، ان میں ایک آدمی وہ ہے جو اپنے نبی پر جھوٹ بولے۔

(۱۰) من کذب علیَّ کُلِّفَ یوم القیامةِ اَنْ یَعْقِدَ بین شَعِیْرَتَیْنِ .

ترجمہ: جو مجھ پر جھوٹ بولے گا قیامت کے دن اس کو حکم دیا جائے گا کہ دو جو کے دانوں میں گرہ لگائے۔(۱)

ان کے علاوہ بھی مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے الگ الگ الفاظ میں احادیث منقول ہیں، حتی کہ علماء نے اس کو متواتر کہا ہے، ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ وہ صحابہ جن سے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کی وعید منقول ہے ان کی تعداد ۹۸ تک پہنچتی ہے، پھر ابن جوزیؒ نے ان کے نام بھی شمار کروائے ہیں، علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سو سے زائد صحابہ نے بیان کیا ہے، حافظ ابوبکر اسفرائینیؒ سے منقول ہے کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں اسی ایک حدیث کو یہ اعزاز ملا ہے کہ اس کو عشرۂ مبشرہ میں سے ہر صحابی نے بیان کیا ہے۔(۲)

مذکورہ احادیث میں جو وعیدیں آئی ہیں، اور رحمت مجسم کی طرف سے جو غصے اور لعنت کا عتاب سنایا جا رہا ہے ان کو پڑھنے کے بعد کون ایسا ایمان والا ہوگا جو اس گناہ پر جسارت کرے، الفاظ حدیث سے اس کا حرام ہونا، کبیرہ گناہ ہونا صاف معلوم ہو رہا ہے، چنانچہ ان احادیث کی وجہ سے ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث وضع کرنا حرام ہے، چاہے اس کا تعلق احکام سے ہو یا فضائل و مناقب سے، چاہے بری نیت سے وضع کی جائے یا کسی اچھے مقصد کے لئے، بہرحال حرام ہے، ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

(۱) قد جمع طرق هذا الحديث العلامه اللكنویؒ فی "الآثار المرفوعة" والملا علی قاری فی "الاسرار المرفوعة" فاختار العبد الضعيف بعضامنها. (۲) ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ عشرۂ مبشرہ میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث مجھے نہیں ملی۔ الاسرار المرفوعة ص/٦٧.

واتفقوا على ان تعمد الكذب على النبی ﷺ من الكبائر و بالغ ابو محمد الجوينی فكفر من تعمد الكذب على النبی ﷺ.(۱)

اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جان کر جھوٹ باندھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اور ابومحمد جوینی نے شدید پہلو اختیار کیا ہے چنانچہ وہ ایسے شخص کو کافر گردانتے ہیں۔

علامہ عبدالحیئ لکھنویؒ رقمطراز ہیں:

قد ثبت من هذه الروايات ان الوضع على النبی ﷺ و نسبة ما لم يقله اليه حرام مطلقا، ومستوجب لعذاب النار، سواء كان ذلک فی الحلال و الحرام او ترغيب و ترهيب او غير ذلک۔

ترجمہ: ان روایات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا اور آپ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو آپ ﷺ نے نہ کہی ہو مطلقا حرام ہے، اور عذاب جہنم کا مستحق بنانے والا ہے، چاہے اس جھوٹ کا تعلق حلال وحرام سے ہو یا ترغیب وترہیب سے یا کسی اور سے متعلق ہو۔(۲)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

قد اجمع اهل الحل و العقد على تحريم الكذب على آحاد الناس فكيف بمن قوله شرع و كلامه

(۱) نزهة النظر (۲) الآثار المرفوعة ۸۹.

وحی والکذب علیه کذب علی الله تعالی قال تعالی

"وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی" .(۱)

محققین کا اس پر اجماع ہے کہ عام لوگوں کے متعلق جھوٹ بولنا حرام ہے، جب عوام کے ساتھ جھوٹ کا یہ حکم ہے تو پھر اس ذات پر جھوٹ بولنا جس کا فرمان شریعت ہو جس کا کلام وحی ہو کیسے جائز ہو سکتا ہے، اور وہ کتنا شدید جرم ہوگا، کیوں کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولنا اللہ تعالی پر جھوٹ بولنا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے **"وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی"** کہ آپ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے ان کا کلام وحی کے سوا کچھ نہیں۔

اور شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

لا فرق فی تحریم الکذب علیه ﷺ بین ما کان فی الاحکام وما لا حکم فیه کالترغیب والترهیب والمواعظ وغیر ذلک فکله حرام من اکبر الکبائر واقبح القبائح باجماع المسلمین .(۲)

رسول اللہ ﷺ پر احکامات اور غیر احکامات میں جھوٹ بولنا برابر ہے، غیر احکامات جیسے ترغیب وترہیب اور نصائح وغیرہ، پس ان سب میں جھوٹ بولنا حرام ہے، بالاتفاق سب سے بڑا اور سب سے برا گناہ ہے۔

ملا علی قاریؒ حافظ جلال الدین سیوطیؒ سے نقل کرتے ہیں:

لا اعلم شیئا من الکبائر قال احد من اهل السنة

(۱) الاسرار المرفوعة ۷۱. المکتب الاسلامی لبنان(۲) شرح مسلم للنوویؒ ۱/۷۰.

بتکفیر مرتکبه الا الکذب علی رسول الله ﷺ (۱)

کبیرہ گناہوں میں سے کوئی گناہ میرے علم میں ایسا نہیں ہے کہ جس کے مرتکب کو اہل سنت میں سے کسی نے کافر قرار دیا ہو سوائے **کذب علی الرسول** کے (کہ اس کو بعض علماء نے موجب کفر قرار دیا ہے)

کذابوں کے متعلق آخرت کی سخت وعید کے ساتھ دنیا میں بھی سخت پہلو اختیار کیا گیا ہے، خود حضور ﷺ نے ایک ایسے کذاب کے متعلق جس نے حضور کی طرف جھوٹی بات منسوب کی تھی قتل کا اور قتل کے بعد جلانے کا حکم دیا تھا(۲)

مصنف عبدالرزاق میں ایک حدیث ہے: **ان علیا قال فیمن کذب علی النبی ﷺ یضرب عنقه** حضرت علیؓ نے ایسے شخص کے متعلق جس نے حضور ﷺ پر جھوٹ بولا تھا گردن مارنے کا فیصلہ کیا تھا، ایک روایت میں ہے **ان رجلا کذب علی النبی ﷺ فبعث علیا و الزبیر فقال اذهبا فان ادرکتماه فاقتلاه** ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ جاؤ اگر تم اس کو پالو تو اس کی گردن اڑا دینا۔(۳)

محدثین اور علماء کرام نے بھی اس معاملہ میں بڑی شدت برتی ہے، چنانچہ امام بخاریؒ کے سامنے ایک حدیث کا ذکر کیا گیا (شاید انہوں نے اس کو موضوع سمجھا) تو فرمایا کہ اس کا بیان کرنے والا شدید مار کا مستحق اور لمبا زمانہ قید کئے جانے کا حقدار ہے، یحیی بن معینؒ کے سامنے ایک حدیث کا ذکر ہوا تو انہوں

(۱) الاسرار المرفوعة ۶۸.(۲) الاسرار المرفوعة ۶۹.(۳) نوادر الحدیث ۱۷۰.

نے فرمایا کہ اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں اس کے راوی سے مقابلہ کرتا، ابن عیینہؒ کے سامنے اسی طرح کی ایک حدیث پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی گردن اڑانے کی ضرورت ہے۔(۱)

امام احمد بن حنبلؒ سے ایک راوی کے متعلق پوچھا گیا جس نے ایک جھوٹی روایت بیان کی تھی پھر اس نے توبہ کرلی تھی تو امام صاحب نے جواب دیا کہ اس کی توبہ اللہ تعالی اور اس کے درمیان، مگر اس سے حدیث کبھی روایت نہیں کی جائے گی۔(۲)

اور جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ بعض علماء نے تو ایسے لوگوں کے متعلق کفر کا فتوی دیا ہے۔(۳)

موضوع حدیث کو بیان کرنا حرام ہے

جس طرح حدیث وضع کرنا باعث جرم عظیم ہے اسی طرح جھوٹی روایتوں کو چلانا، ان کو آگے روایت کرنا بھی حرام ہے، احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو گناہ جھوٹ گھڑنے والے کو ہوتا ہے اس جھوٹ کا نقل کرنے والا بھی اسی گناہ کا مستحق ہوتا ہے، اور اس کے متعلق بھی احادیث میں وعیدیں آئی ہیں، منجملہ درج ذیل احادیث بھی ہیں:

(۱) من حدَّث عنّی حدیثاً وھو یری انه کذبٌ فھو احد الکاذبین .

(۱) الاسرارالمرفوعة ٧٧. المکتب الاسلامی لبنان.

(۲) فتنۂ وضع حدیث٥٢بحوالۂ کتاب الکفایه فی علم الروایه ١٥٥ . (۳) الاسرار ٦٨.

ترجمہ: جس نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی اور اس کا گمان ہے کہ وہ روایت جھوٹی ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ السندی ابن ماجہ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

والمقصود ان الروایة مع العلم بوضع الحدیث کوضعه

اور مقصود یہ ہے کہ موضوع ہونے کا علم ہوتے ہوئے حدیث بیان کرنا حدیث وضع کرنے کے برابر ہے۔(۱)

(۲) والذی نفس ابی القاسم بیده لا یروی عنی احدٌ ما لم اقله الا تبوّأ مقعده من النار .

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں ابو القاسم (ﷺ) کی جان ہے جس نے بھی میری طرف سے ایسی حدیث روایت کی جو میں نے نہیں کہی تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا۔

(۳) اِتّقوا الحدیثَ عنی الا ما علمتم فان من کذب علیَّ متعمِّداً فلیتبوَّأ مقعده من النار. (۲)

ترجمہ: میری طرف سے حدیث بیان کرتے ہوئے بچو ہاں صرف وہی حدیث بیان کرو جو تم جانتے ہو اس لئے کہ جس نے جان کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

(۱) نوادر الحدیث اللآلی المنثورة ٢٧٦.

(۲) ھذه الاحادیث ماخوذة من" الآثار المرفوعة" للعلامه اللکنویؒ و "الاسرار المرفوعة" للملا علی قاریؒ فراجع هناك لتعلم مخارجها الاصلية.

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیثِ موضوع کو بیان کرنا، اس کو روایت کرنا گناہ کبیرہ ہے، جھوٹی حدیث بیان کرنے والا بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی سخت وعید میں داخل ہوگا، اور حدیث گھڑنے والوں کی فہرست میں آجائے گا، اور حدیث گھڑنے والوں کے متعلق سخت اور شدید ترین وعیدیں اس سے پہلے گذر چکی ہیں، علماء نے بالاتفاق اس کو حرام قرار دیا ہے، ابن حجرؒ اپنی کتاب **نزهة النظر** میں لکھتے ہیں:

اتفقوا على تحريم رواية الموضوع الا مقرونا ببيانه لقوله ﷺ من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين.(۱)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ موضوع حدیث کو روایت کرنا حرام ہے مگر یہ کہ موضوع ہونے کی صراحت کردے آپ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ''جس نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ روایت جھوٹی ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے''۔

علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے:

تحرم رواية الحديث الموضوع على من عرف كونه موضوعا او غلب على ظنه وضعه فمن روى حديثا علم او ظن وضعه ولم يبين حال روايته وضعه فهو داخل في هذا الوعيد مندرج في جملة الكاذبين

(۱) نزهة النظر ۵۹۔

على رسول الله ﷺ لقوله ﷺ من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين.(۱)

ترجمہ: جس کو حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہو یا اس کا غالب گمان ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اس کے لئے اس حدیث کو روایت کرنا حرام ہے، پس اگر کسی نے وضع کا علم ہوتے ہوئے یا اس کا گمان غالب ہوتے ہوئے کوئی حدیث روایت کی اور اس کا موضوع ہونا واضح نہیں کیا تو وہ بھی اس وعید میں داخل ہوگا، اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والوں میں شامل ہوگا، آپ کے اس ارشاد کی وجہ سے **''من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين''** جس نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی اور اس کا گمان ہے کہ وہ روایت جھوٹی ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

تنزیہ الشریعہ میں ابن عراقؒ لکھتے ہیں:

حكم الموضوع ان تحرم روايته في اى معنى كان بسند اوغيره مع العلم بحاله الا مقرونا بالاعلام بانه موضوع و كذا مع الظن لقوله ﷺ من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين.(۲)

موضوع حدیث کا حکم یہ ہے کہ اس کا روایت کرنا حرام ہے جونسے بھی معنی میں ہو چاہے سند کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو، جبکہ اس کا موضوع ہونا معلوم ہو یا اس کے موضوع ہونے کا گمان ہو رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی وجہ سے **من حدث عني بحديث يرى انه كذب فهو احد الكاذبين** ترجمہ: جس

(۱) شرح مسلم للنوویؒ ۷۱/۱۔ (۲) تنزیه الشریعه ۸/۱۔

نے میری طرف سے کوئی ایسی حدیث نقل کی جس کو وہ جھوٹ گمان کرتا ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں شامل ہے، البتہ اگر جھوٹ کی وضاحت کے ساتھ ہو تو جائز ہے۔

حافظ ابن عراقؒ کی بات سے معلوم ہوا کہ موضوع روایت بیان کرنا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے، سند یا حوالہ ذکر کر لیا جائے تب بھی جائز نہیں ہے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

جھوٹی اور موضوع حدیث کو روایت کرنے والا بھی ان لوگوں کے ساتھ وعید میں شامل ہوگا جو جھوٹ گھڑنے والے ہیں۔(١)

شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم **رحمة الله الواسعه** میں شاہ صاحبؒ کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث میں کذب بیانی کبیرہ گناہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد کی صدیوں تک دین کے پہنچنے کی راہ بس روایت ہی ہے پس اگر روایات میں فساد در آئے گا تو دین کیسے محفوظ رہے گا؟(٢)

احادیث مبارکہ اور اقوال علماء سے یہ بات متیقن ہوگئی کہ جھوٹی حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے نقل کرنا گناہ کبیرہ ہے، چاہے اس کا تعلق احکام سے ہو یا فضائل سے یا کسی اور چیز سے، نیت اچھی ہو چاہے بری سب کا ایک ہی حکم ہے، شریعت مطہرہ کسی ڈھیل کے بغیر اس بات کا مکلّف کرتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب جھوٹی بات کو روایت کرنے سے احتراز کیا جائے، اور اگر کسی نے جھوٹی روایت نقل کی تو بزبان رسالت وہ جہنم میں اپنا گھر بنا رہا ہے۔

(١) تحذیر الخواص ٧١. (٢) رحمة الله الواسعه ١٣٠/٣.

بے احتیاطی بھی باعث گناہ ہے

اگر موضوع حدیث کو جانتے ہوئے بیان کیا تو حرام ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوگیا، لیکن اگر کوئی موضوع حدیث لاعلمی میں بیان ہوگئی تو اگر لاعلمی کا سبب غفلت ولاپرواہی نہیں ہے بلکہ بیان کرنے والے نے موضوع سے بچنے کی کوشش کی تھی لیکن موضوع ہونے کا علم نہ ہوسکا تو یہ غلطی معاف ہے جیسا کہ شریعت کے اصول اور مختلف احکام سے اس کی وضاحت ہوتی ہے، لیکن اگر حدیث بیان کرنے میں سرے سے اس کی کوشش ہی نہیں کی کہ صحیح کو جان کر بیان کرے اور موضوع سے بچے، بلکہ کسی بھی کتاب یا رسالہ میں کوئی حدیث دیکھی بیان کردی، یا کسی بھی خطیب اور مقرر سے سنی اس کو آگے چلانا شروع کردیا، نہ یہ دیکھا کہ کتاب کیسی ہے؟ معتبر ہے یا نہیں؟ اور اس حدیث کے متعلق محدثین کی کیا رائے ہے؟ نہ یہ غور کیا کہ حدیث بیان کرنے والا واعظ کیسا ہے؟ کیا وہ باصلاحیت اور احادیث کے معاملے میں احتیاط کرنے والا ہے یا کوئی عامی اور احادیث میں لاپرواہی کرنے والا ہے؟ تو وہ گنہگار ہوگا، کیوں کہ وہ دلدل میں خود آ کر پھنسا ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اتقوا الحديث عني الا ما علِمتُم فانَّ مَن كذب عليَّ متعمداً فليتبوَّأ مقعده من النار.(١)

ترجمہ: میری طرف سے حدیث بیان کرتے ہوئے بچو، البتہ وہ حدیث بیان کرو جو تم جانتے ہو اس لئے کہ جس نے جان کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

(١) الاسرار المرفوعة ٧٠.

یہ حدیث ہمیں حکم دیتی ہے کہ کوئی بھی حدیث اس کے صحت کا علم ہونے بعد بیان کی جائے، دوسری ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

کفی بالمرأ اثماان یحدث بکل ما سمع. (۱) آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہرسنی ہوئی بات کو بیان کردے۔

مسند ابن مبارک میں یہ الفاظ ہیں:

کفٰی بالمرأ جرماً ان یحدِّث بکل ما سمع. (۲)

آدمی کے مجرم ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہرسنی ہوئی بات کو بیان کردے۔

یہ حدیث بالکل واضح ہے کہ بے احتیاطی سے ہرسنی ہوئی حدیث کو بیان کردینا گناہ ہے، بلکہ اس میں مزید اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ محض ہرسنی ہوئی بات نقل کرنے سے گنہگار رہوگا چاہے فی الحقیقت کوئی حدیث صحیح بھی ہو۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

کفی بالمرأ کذبا ان یحدث بکل ما سمع. (۳) آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہرسنی ہوئی بات کو بیان کردے۔

اس حدیث پاک کا منشا بھی یہی ہے کہ آدمی کو جھوٹ سے بچنے کے لئے ہرسنی ہوئی بات کو بیان کرنے سے پرہیز کرنا ضروری ہے، اگر کوئی ہرسنی ہوئی بات کو نقل کرنا شروع کردے گا تو یقیناً جھوٹ میں مبتلا ہوگا اور اس جھوٹ میں پھنسنے کا

(۱) مستدرك حاكم، كتاب العلم.(۲)مسند ابن مبارك.(۳) مسلم، باب النهى عن الحديث بكل ما سمع .

ذمہ دار وہ خود ہوگا اور وہ گنہگار رہوگا، اس لئے ہرسنی ہوئی حدیث کو بیان کرنے سے پرہیز کرنا ضروری ہے، صرف وہی حدیث بیان کی جائے جس کا حدیث ہونا معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہو، حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے صحیح اور موضوع کی پہچان کے بغیر کوئی حدیث بیان کی تو وہ گنہگار رہوگا اگرچہ اس کی بیان کردہ حدیث صحیح بھی ہو، ملا علی قاریؒ نے ان کے الفاظ اس طرح نقل فرمائے ہیں:

ثم انهم (یعنی القصاص) ینقلون حدیث رسول الله ﷺ من غیر معرفة بالصحیح و السقیم قال: وان اتفق انه نقل حدیثا صحیحا کان آثما فی ذلک لانه ینقل ما لاعلم له به . (۱)

ترجمہ: پھر یہ قصہ گو مقررین احادیث کو صحیح اور غیر صحیح کی معرفت کے بغیر نقل کردیتے ہیں، آگے فرمایا کہ اگر ان میں سے کسی نے کوئی صحیح حدیث نقل کی تب بھی وہ اس میں گنہگار رہوگا کیوں کہ وہ اس حدیث کو نقل کرتا ہے جس کے متعلق اس کو علم نہیں ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی صحیح وسقیم کی پہچان نہ کرسکتا ہو تو اس کے لئے کسی کتاب سے حتی کہ بخاری اور مسلم سے بھی حدیث نقل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اہل علم سے معلوم نہ کرلے۔(۲)

ملا علی قاریؒ دار قطنی سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال الدار قطنی : توعد علیه الصلاة والسلام بالنار

(۱) الاسرارالمرفوعة ۷۴.(۲) الاسرارالمرفوعة ۷۴.

من كذب عليه بعد امره بالتبليغ عنه ففي ذلك دليل على انه انما امر ان يبلغ عنه الصحيح دون السقيم والحق دون الباطل لا ان يبلغ عنه جميع ما روى عنه لانه قال عليه الصلاة والسلام "كفى بالمرء اثما ان يحدث بكل ما سمع".

ترجمہ: دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے اس شخص کو آگ کی دھمکی دی ہے جو آپ پر جھوٹ بولے جبکہ آپ ﷺ نے حدیث پہنچانے کا بھی حکم دیا ہے، پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کا حکم یہ ہے کہ آپ سے صحیح اور معتبر احادیث پہنچائی جائیں اور غیر صحیح اور باطل سے احتراز کیا جائے، نہ یہ کہ جو کچھ سنا ان سب کو نقل کر دیا جائے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **"كفى بالمرء اثما ان يحدث بكل ما سمع"** آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو نقل کر دے۔(۱)

پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:

ثم من روى عن النبي ﷺ حديثا وهو شاك فيه: أصحيح ام غير صحيح؟ يكون كاحد الكذابين لقوله ﷺ "من حدث عني حديثا وهو يرى انه كذب..." حيث لم يقل وهو يستيقن انه كذب.

ترجمہ: پھر جو شخص رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث روایت کرتا ہے اور اس کو اس کے متعلق شک ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں وہ بھی جھوٹوں میں شامل ہوگا آپ

(۱) الاسرارالمرفوعة ۷۲.

ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے **"من حدث عني حديثا وهو يرى انه كذب..."** بایں طور کہ آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ "جھوٹ کا یقین ہوتے ہوئے" بلکہ یہ کہا ہے کہ "جھوٹ کا گمان ہوتے ہوئے" نقل کرنیوالا بھی جھوٹوں میں شامل ہوگا۔(۱)

شاہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وجب الاحتياط في الرواية لئلا يروى كذبا.

ترجمہ: حدیث بیان کرنے میں احتیاط ضروری ہے تا کہ جھوٹ کے طور پر حدیث بیان نہ ہو جائے۔(۲)

محدث کبیر حضرت مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم "رحمۃ اللہ الواسعہ" میں شاہ صاحب کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حدیث میں کذب بیانی کبیرہ گناہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد کی صدیوں تک دین کے پہنچنے کی راہ بس روایت ہی ہے پس اگر روایات میں فساد در آئے گا تو دین کیسے محفوظ رہے گا؟ اس لئے روایت حدیث میں غایت درجہ احتیاط ضروری ہے، اور احتیاط کی دو صورتیں ہیں (۱) راوی خود روایت حدیث میں بے احتیاطی نہ برتے، پورے تیقظ کے ساتھ روایت بیان کرے (۲) بر خود غلط قسم کے لوگوں کی حوصلہ افزائی نہ کرے، بلکہ ان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔(۳)

حاصل یہ کہ حدیث بیان کرنے میں تحقیق ضروری ہے، شریعت کے کسی حکم کا بیان کرنا یا کسی عمل پر فضائل یا وعیدیں بتانا بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے، بغیر تحقیق کے بیان کرنا شریعت کے سامنے جرأت کرنا ہے، کیا ایسی جرأت کو کوئی ذی فہم اچھا سمجھ سکتا ہے؟

(۱) الاسرار ۷۳. (۲) رحمة الله الواسعه ۱۳۰/۳. (۳) رحمة الله الواسعه ۱۳۰/۳.

طبقات کتب حدیث

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے کتب احادیث کے پانچ طبقات قائم کئے ہیں، پہلے طبقے میں (١) بخاری شریف (٢) مسلم شریف (٣) موطا مالك کوشمار کیا ہے، دوسری طبقے میں (١) ابو داود (٢) ترمذی (٣) نسائی شریف کوشمار کیا ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان دونوں طبقوں کی کتابوں پر محدثین کا اعتماد ہے (اس لئے ان میں سے کوئی حدیث نقل کرنا ہر ایک کے لئے درست ہے)

تیسرے طبقے میں ان کتابوں کو داخل کیا ہے (١) مسند ابو یعلی (٢) مصنف عبد الرزاق (٣)مصنف ابن ابی شیبه (٤) مسند حمید (٥) مسند طیالسی (٦) السنن الکبری للبیهقی(٧) السنن الصغری (٨) شعب الایمان (٩) معرفة السنن والآثار (١٠) دلائل النبوة للبیهقی (١١) الاسماء والصفات (١٢) الترغیب والترهیب للبیهقی(١٣) القراءة خلف الامام للبیهقی (١٤) شرح معانی الآثار (١٥) بیان مشکل الآثار (١٦) المعجم الکبیر (١٧) المعجم الصغیر (١٨) المعجم الوسیط للطبرانی. تیسرے طبقے کی کتابوں سے وہی حضرات برائے عمل روایات منتخب کر سکتے ہیں جو حاذق وناقد ہیں، جن کو راویوں کے حالات اور اسانید کی خرابیاں معلوم ہیں (پس وہ اسانید اور راویوں کی حالت سامنے رکھ کر ہی کسی حدیث کو لیں گے اور جن کو یہ مہارت نہ ہو وہ ان کتابوں سے احادیث نقل نہیں کر سکتے)۔

چوتھے طبقے میں ان کتابوں کو شامل کیا ہیں (١) الضعفاء و المجروحین لابن حبان (٢) الکامل فی الضعفاء لابن عدی (٣) تاریخ بغداد (٤) الکفایة فی علم الروایة (٥) اقتضاء العلم العمل (٦) موضح اوهام الجمع والتفریق (٧) حلیة الاولیاء لابی نعیم (٨) دلائل النبوة لابی نعیم (٩) معرفة الصحابه (١٠) تاریخ ابن عساکر (١١) الفردوس للدیلمی. اس طبقہ کی کتابوں کے متعلق شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ چوتھے طبقے کی روایتوں میں مشغول ہونا، ان کو جمع کرنا، اور ان سے مسائل مستنبط کرنا متأخرین کا ایک طرح کا غلو اور تعمق ہے، اس طبقے کی کتابوں سے علمی معرکوں میں استمداد اور استدلال درست نہیں۔

پانچویں طبقے میں وہ کتابیں ہیں جو اصل میں حدیث کی کتابیں نہیں ہیں، بلکہ کسی دوسرے موضوعات پر ہیں، لیکن ان میں احادیث بھی پائی جاتی ہیں مثلاً فقہ، تاریخ وغیرہ، اسی طرح واعظین کی تقاریر اور صوفیائے کرام کے ملفوظات بھی اسی طبقے میں آتے ہیں (ان کتابوں سے بالکل فائدہ اٹھانا درست نہیں ہے، البتہ اگر ان میں معتبر کتاب کا حوالہ ہے تو ٹھیک ہے) (١)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ اول دو طبقے کی چھ کتابوں (جن پر محدثین نے اعتماد کیا ہے) سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور ان کے علاوہ جو کتابیں ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے علم حدیث میں مہارت ضروری ہے، علم حدیث میں بصیرت رکھنے والا ان کتابوں کو دیکھے گا، جو قبولیت کی شرائط پر

---

(١)مستفاد من "رحمة الله الواسعه ٢/٥١٤"

پوری اترتی ہوں گی اس کو لے گا، اور جن میں یہ شرائط نہیں ہوں گی ان کو رد کر دے گا، ناقد کے لئے ان کتابوں کے مطالعہ کے دوران تنقیدی نگاہ رکھنا، اور صحیح اور سقیم میں تمیز کرنے کے لئے ہمہ تن متوجہ رہنا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ بھی ان کتابوں سے حدیث نقل کرنے کا مجاز نہ ہوگا، اور جس کو مہارت نہیں ہے وہ کسی حال میں ان کتابوں سے حدیث نقل نہیں کر سکتا، اسی طرح بے سند، بے حوالہ بیان کرنے والے واعظوں سے، اور صوفیائے کرام کے ملفوظات سے کوئی حدیث نقل کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے، جب تک کہ اس کا حدیث ہونا کسی صاحب فن کی تصدیق سے معلوم نہ ہو جائے۔

موجودہ صورت حال

آج کل موضوعات کو روایت کرنا اتنا معمولی سمجھا جاتا ہے کہ گویا اس میں کوئی قباحت ہی نہ ہو، دانستہ یا نادانستہ طور پر لوگوں کی بڑی تعداد اس میں پھنسی ہوئی ہے، کتنے واعظین شعلہ بیانی کی دھن میں، سامعین کی توجہ حاصل کرنے کے لئے اور مخاطبین کو متأثر کرنے کے شوق میں صحیح کے ساتھ ساتھ موضوع احادیث بیان کرنے سے بھی نہیں رکتے، اور یہ ان کی زبان کا کمال سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک مضمون نگار جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتا ہے تو صحیح وسقیم کی تمیز بھول جاتا ہے، بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ جتنی احادیث میرے علم میں ہیں وہ سب صحیح ہیں، اور خصوصاً تبلیغ میں لگنے والے عوام اور غیر محتاط علماء اس کے بڑے شکار ہیں، ایسی حدیثیں لاتے ہیں جو احادیث کی کتابوں میں تو کیا ملتیں ''موضوعات'' میں بھی ان کا سراغ نہیں ملتا، اور خود بھی حوالہ دینے سے قاصر رہتے ہیں، ان احادیث میں ایسی بھی ہوتی ہیں جو خود دوسرے نصوص سے ٹکراتی ہیں، یا بالکل عقل کے خلاف

ہوتی ہیں، ایک حدیث جو کسی تبلیغی بھائی نے بیان کی ہے، ذرا غور سے پڑھئے:

جب کوئی کلمہ پڑھتا ہے تو قیامت ایک ہزار سال پیچھے ہٹ جاتی ہے۔

اور ایک مقرر نے دوران تقریر کہا تھا:

شیر نے یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ یوسفؑ کو بھائیوں نے کنویں میں ڈالا ہے، یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ پھر مجھے کہا کیوں نہیں تھا، شیر نے کہا کہ اگر میں کہتا تو غیبت ہو جاتی۔

یا میرے اللہ! اگر اس شیر کی جگہ انسان ہوتا اور یہی صورت اس کو پیش آتی تو شریعت کہتی کہ بتانا ضروری ہے، اگر نہیں کہے گا تو گنہگار ہوگا، کیوں کہ ایک انسان کی جان خطرے میں ہے، اور شیر کو حکم ہے کہ اگر کہے گا تو گنہگار ہوگا، انسان اور جانور کی شریعت میں اتنا بڑا فرق!! اور کیا جانور بھی مکلّف ہو گئے!! (یہ بات حدیث کہہ کر تو بیان نہیں کی گئی تھی مگر یہ بتانے کے لئے اس کو لکھا گیا ہے کہ اس میں کئی باتیں شریعت سے ٹکراتی ہیں پھر بھی واعظ سوچتے نہیں ہیں)، اسی طرح ایک وہ بھی لمبی حدیث بیان کرتے ہیں کہ جبرئیلؑ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مختلف سوالات کئے، کہ یا رسول اللہ آپ افضل ہیں یا میں؟ آپ افضل ہیں یا عرش؟ آپ افضل ہیں یا بیت اللہ؟ اسی طرح کے مختلف سوالات ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جوابات، چونکہ سب کے بیان کرنے میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے اس لئے ضبط مشکل ہے، اخیر میں سوال کرتے ہیں کہ آپ افضل ہیں یا دین؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین افضل ہے، یہ حدیث بھی اللہ جانے کہاں سے لے کر بیان کی جاتی ہے، بعض تو ایسی تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حدیث غیر معتبر بلکہ جھوٹ ہے؟

لیکن یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے

یہ بات نا قابل تردید ہے کہ موضوعات کا ناقل چاہے زندیق ہو چاہے فاسق ہو اور چاہے وقت کے شیخ اور علامہ ہوں، یا کوئی مصلح موضوع حدیث سے کسی کی اصلاح کرنا چاہتا ہو سب کے سب بڑے گنہگار ہوں گے، جس طرح زنا کار، چور اور شرابی کو ذلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ ان لوگوں نے کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے، شریعت کی نظر میں اسی ذلت کا مستحق موضوع احادیث روایت کرنے والا بھی ہے، کیوں کہ اس نے بھی ایک کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے، صرف کبیرہ ہی نہیں بلکہ اکبر الکبائر میں ملوث ہوا ہے، پس یہ بات ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جو اپنے آپ کو شریعت وسنت کا پابند بنانا چاہتا ہے، اور فاسق اور گنہگار کا لفظ اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کو موضوع احادیث کی روایت سے رکنا ہوگا، اور بیانوں اور اصلاحی، فکری اور تربیتی مضامین کو موضوع روایتوں سے پاک کرنا پڑے گا، اور کسی بھی استشہاد کے موقع پر اس سے احتراز لازم ہوگا، اگر کوئی دلوں میں تازگی، عمل میں قوت پیدا کرنے اور جذبۂ ایمانی میں روح پھونکنے والا واعظ یا اصلاحی مضامین سے کتابوں اور رسائل کو آراستہ کرنے والا کوئی انشاء پرداز دوسروں کی فکر میں مشغول ہو کر اس حکم رسول ﷺ سے بے اعتنائی برتتا ہے تو وہ دوسروں سے گندگی دور کرنے کے لئے اپنا صاف شفاف لباس استعمال کر کے حماقت کا ثبوت دے رہا ہے، قوم کے لئے دردمند بن کر اپنے متعلق بے درد بن رہا ہے، اللہ کو راضی کرنے کی راہوں میں اللہ کو ناراض کر رہا ہے، دوسروں کو جہنم سے ہٹا کر خود اس میں چھلانگ لگانے جا رہا ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں...

آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل (جاہل جیسے) وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک روایات واحکام بلا تحقیق بیان کرتے ہیں سخت گنہگار ہوتے ہیں۔

(بیان القرآن، آل عمران ص/۴۵)

اپنی سوچ بدلیں

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس طلاقت لسانی اور زبان کی روانی کو عوام اچھا سمجھتی ہے وہ شریعت کے نزدیک اچھی چیز نہیں ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **البیان شعبة من النفاق** (ترمذی) (کہ طلاقت لسانی نفاق کا ایک شعبہ ہے) عموم حدیث سے ہمارے مدعی پر روشنی پڑتی ہے، کیونکہ تیزی کا لحاظ کرنے میں جو زبان پر آیا بولنا ہی پڑے گا صحت کا اہتمام مشکل ہو جائے گا، اسی لئے کہا جاتا ہے **من کثر لغطه کثر غلطه** جس کا بولنا زیادہ ہوگا اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوں گی، اگر کوئی با کمال تیزی کے ساتھ ساتھ صحت کا پورا خیال کرے تو پھر یہ طلاقت وسلاست مذموم نہیں ہے، اور عوام کے نزدیک جو نقص ہے ٹھہر ٹھہر کر سوچ سوچ کر بولنا وہی شریعت میں محمود ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **العی شعبة من الایمان** (ترمذی) (کلام سے عجز ایمان کا شعبہ ہے) الفاظ حدیث کے عموم میں اس مفہوم کی گنجائش نکلتی ہے کہ جب آدمی بات کرتے ہوئے صحت کا خیال رکھے گا یقیناً اس کی زبان میں وہ روانی نہیں آسکتی، یہ روانی کا نہ ہونا، ٹھہر ٹھہر کر بولنا یہ ایمان کی علامت ہے، اس کے اندر ایمان ہے جو اسے زبان کے تیز چلنے سے روک رہا ہے، اور اگر کوئی کثرت روایت کے شوق میں صحت وسقم سے بے پرواہ ہے تو یاد رکھنا چاہئے کہ صحابہ باوجود کثرت

روایت پر قادر ہونے کے بہت ہی کم حدیثیں بیان کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ صدیق کی پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گذری، وہ اگر چاہتے تو کتنی احادیث بیان کرسکتے تھے،لیکن اس کے باوجود بہت کم حدیثیں ان سے مروی ہیں، اور یہی حال تمام صحابہ کا تھا، پس نہ شعلہ بیانی کمال ہے نہ کثرت روایت کمال ہے لہذا ان کی خاطر اپنی روحانیت پر حملے کرنا، گناہ میں ملوث ہونا عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔

بقول شاعر:.......ایں شیوۂ عطار نیست

موضوعات کے پھیلنے کا بڑا سبب واعظین کی بے احتیاطی ہے

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان واعظین سے موضوعات کو بہت زیادہ فروغ ملتا ہے، کرسی اور منبر میں یہ ایسا جادو ہے کہ بہت کم ہیں جو اس سے متأثر نہیں ہوتے، باقی کثیر تعداد اس سحر کی زد میں آجاتی ہے، منبر پر بیٹھتے ہی صحیح وسقیم کی تمیز جاتی رہتی ہے، اور پھر واعظین کے دلدادہ حضرات اسے لے اڑتے ہیں، حافظ سیوطیؒ ابن جوزی کی الموضوعات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

احدھما القصاص و معظم البلاء منھم یجری لانھم یریدون احادیث تتفق و ترقق والصحاح یقل فیه هذا .(۱)

جھوٹی حدیثیں بنانے والوں میں ایک واعظوں کا گروہ ہے، اور سب سے بڑی مصیبت ان ہی سے پیش آتی ہے، کیوں کہ وہ اسی حدیثیں چاہتے ہیں جو مقبول عام اور مؤثر ہوسکے، اور صحیح حدیثوں میں یہ بات کم ہوتی ہے۔

(۱) سیرۃ النبی ﷺ ۳/۳۹۵ بحوالہ اللآلی المصنوعة.

ابن قتیبہؒ تحریر فرماتے ہیں:

والقصاص فانھم یمیلون وجوہ العوام الیھم و یستدیرون ما عندھم بالمناکیر و الغرائب والاکاذیب من الاحادیث ومن شأن العوام القعود عند القاص ما کان حدیثه عجیبا خارجا عن فطر العقول.(۱)

(موضوعات کے پھیلنے کے اسباب میں سے) واعظین ہیں، کیوں کہ وہ عوام کا رخ اپنی طرف پھیرنا چاہتے ہیں، اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس کو لغو، منکر اور عجیب وغریب باتیں بیان کرکے وہ وصول کرتے ہیں، اور عوام کی حالت یہ ہے کہ وہ اسی وقت تک ان واعظین کے پاس بیٹھتے ہیں جب تک وہ خارج از عقل باتیں بیان کیا کرتے ہیں۔

اگر واعظین موضوعات اور واہیات کی پناہ گاہ نہ بنیں، اور صحیح روایتوں کا التزام کریں تو من گھڑت روایتیں خود ہی دفن ہوجائیں گی۔

سامعین کی ذمہ داری

سامعین کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اس واعظ سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں جو حیرت میں ڈالنے والی، سنسنی پیدا کرنے والی باتیں سنائے، جس کی باتوں میں مبالغہ ہو، جتنی مبالغہ آمیز باتیں ہوتی ہیں اتنی ہی عوام میں قبولیت حاصل ہوتی ہے، پھر عوام کی نفسیات کو جاننے والے واعظین ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاکر واہیات اور مناکیر واباطیل سے اپنے بیانات کو مزین کرتے

(۱) سیرۃ النبی ﷺ ۳۹۵/۳۱۔

ہیں، لیکن سامعین کا یہ طرز کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، بلکہ ضرر رسا ہے، اس طرز عمل سے نام نہاد واعظین کو حوصلہ ملتا ہے، اور صحیح احادیث سنانے والے علماء کو دین کی صحیح تصویر عوام کے سامنے رکھنے میں ناکامی ہوتی ہے، اس لئے ہر کسی کو چاہئے کہ کوئی نئی حدیث سنے تو فوراً اسے قبول نہ کرلے بلکہ اس کی تحقیق کرلے، کسی واعظ سے سن کر بغیر تحقیق کے اس کو مان لینا، اور اس کو بیانات میں پیش کرنا بہت بڑا تساہل ہے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

انا كنا اذا سمعنا رجلا يقول "قال رسول الله ﷺ ابتدرته ابصارنا و اصغينا اليه آذاننا فلما ركب الناس الصعب والذلول لم نأخذ من الناس الا ما نعرف

ایک زمانہ ہم پر ایسا گزرا ہے کہ جب ہم سنتے کہ کوئی آدمی قال رسول اللہ ﷺ کہہ رہا ہے تو ہماری نگاہیں فوراً اس کی طرف اٹھ جاتی تھیں، اور ہم ہمہ تن گوش ہو کر اس کی بات کو سنتے تھے، پھر جب لوگ ہر سرکش اور غیر سرکش پر سوار ہونے لگے یعنی غلط و صحیح میں تمیز جاتی رہی، اور رطب و یابس ہر طرح کی باتیں بیان کرنے لگے تو اب ہم صرف انہیں حدیثوں کو قبول کرتے ہیں جنہیں ہم خود جانتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کے قول کی تشریح مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ان الفاظ میں تحریر فرمائی ہے:

اى ما يوافق المعروف او نعرف فيه امارات الصحة و سمات الصدق.

یعنی جو جانی پہچانی ہوئی روایتوں کے موافق ہوں یا ان میں صحت کی

نشانیاں اور سچائی کی علامتیں پائی جائیں۔(۱)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فتح الملہم میں تحریر فرماتے ہیں:

وقد ثبت توقف كثير من الصحابة فى قبول كثير من الاخبار.(۲)

اور بہت سے صحابہ کا بہت سی روایتوں کے قبول کرنے سے توقف کرنا (یعنی قبول نہ کرنا) ثابت شدہ بات ہے۔

مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا معمول تھا کہ وہ جس طرح روایت بیان کرنے میں احتیاط کرتے تھے اسی طرح کسی روایت کو قبول کرنے میں بھی احتیاط سے کام لیتے تھے، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود ہے:

سيكون فى آخر امتى اناس يحدثونكم ما لم تسمعوا انتم ولا آباؤكم فاياكم واياهم.(۳)

عنقریب میرے بعد آنے والی امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، سو تم ان سے بچے رہنا (یعنی ان سے حدیثیں مت لینا)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

ان الشيطان ليتمثل فى صورة الرجل فيأتى القوم فيحدثهم بالحديث من الكذب فيتفرقون فيقول

(۱) فن اسماء الرجال ۳۳ بحوالہ فتح الملهم.

(۲) فتح الملهم ۱/۳۳۳ (۳) فتح الملهم ۱/۳۴۱.

الرجل منهم سمعت رجلا اعرف وجهه ولا ادری ماااسمه یحدث.(۱)

شیطان ایک مرد کی صورت اختیار کر کے لوگوں کے پاس آتا ہے، پھر ان سے جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے، جب لوگ اس جگہ سے جدا ہوجاتے ہیں تو ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے سنا ایک شخص سے جس کی صورت میں پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا وہ یہ بیان کر رہا تھا۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

حاصل ما قال عبد الله ان لا یقبل روایة المجهول، وانه یجب الاحتیاط فی اخذ الحدیث، فلا یقبل الا من اهله، وانه لا ینبغی ان یروی عن الضعفاء.(۲)

ابن مسعودؓ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ مجہول راوی کی روایت قبول نہ کی جائے، اور یہ کہ حدیث کے لینے میں احتیاط ضروری ہے، پس اسی شخص سے لی جائے گی جو اس کا اہل ہو، اور ضعیف راویوں سے حدیث لینا اور اس کو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

پس جہاں واعظ اور مقرر پر احتیاط ضروری ہے وہیں سامعین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی سے حدیث لینے میں احتیاط رکھیں، ہر کس وناکس سے کسی بات کو حدیث کے عنوان سے حاصل کر لینا مناسب نہیں ہے، ایک واعظ کی غلطی پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ...

ایسے واعظوں کا وعظ ہی کیوں سنا جاتا ہے اور ان سے سند یا حوالہ کا مطالبہ

(۱) فتح الملهم ۱/۳٤۲۔ (۲) فتح الملهم ۱/۳٤۲۔

کیوں نہیں کیا گیا کی اسی جلسہ میں حقیقت کھل جاتی۔ (آداب تقریر وتصنیف ص/۸۴)

اور ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ: آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل (جاہل جیسے) وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک روایات واحکام بلا تحقیق بیان کرتے ہیں سخت گنہگار ہوتے ہیں۔ (بیان القرآن، آل عمران ص/۴۵)

وہ احادیث جن کی کوئی اصل نہ ہو

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کتاب میں کوئی حدیث موجود ہوتی ہے اس کے ساتھ نہ سند ہوتی ہے اور نہ کسی معتبر کتابوں کا حوالہ ہوتا ہے، اور معتبر کتابوں میں تلاش کے باوجود وہ حدیث نہیں ملتی، جیسے یہ حدیث:

من ترک الصلوة حتی مضی وقتها ثم قضی عذب فی النار حقبا والحقب ثمانون سنة والسنة ثلاثمائة و ستون یوما، کل یوم کان مقداره الف سنة.(۱)

ترجمہ: جس نے نماز چھوڑی یہاں تک کہ اس کا وقت گذر گیا پھر وقت گذرنے کے بعد قضا کی تو جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا اور ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے اور سال تین سو ساٹھ دن کا، ہر دن کی مقدار وہاں ایک ہزار سال کے برابر ہوگی۔

صاحب مجالس الابرار نے اس کو بغیر سند اور بغیر حوالے کے ذکر کیا ہے اور اسکے علاوہ کسی بھی حدیث کی مستند کتاب میں یہ حدیث نہیں ہے۔

اور کبھی کسی حافظ حدیث نے کسی کتاب کی حدیثوں کی تخریج کے

(۱) مجالس الابرار، المجلس الحادی والخمسون ص ۳۲۰۔

دوران یہ لکھ دیا ہوتا ہے کہ **لم اجدہ** مجھے یہ حدیث نہیں ملی جیسا کہ احیاء العلوم کی بہت سی احادیث کا حال ہے، ان صورتوں میں اس حدیث کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اس کو موضوع شمار کیا جائے گا اور ایسی حدیث بھی بیان نہیں کی جائے گی، علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ تذکرۃ الموضوعات میں لکھتے ہیں کہ:

و فی العدۃ واعلم ان الاحادیث التی لا اصل لھا لا تقبل والتی لا اسناد لھا لا یروی بھا ففی الحدیث اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار فقید ﷺ الروایۃ بالعلم و کل حدیث لیس لہ اسناد صحیح ولا ھو منقول فی کتاب مصنفہ امام معتبر لا یعلم ذلک الحدیث عنہ ﷺ فلا یجوز قبولہ ففی مسلم کفی بالمرأ کذبا ان یحث بکل ما سمع. (۱)

ترجمہ: العدہ میں لکھا ہے کہ: اس بات کو جان لینا چاہئے کہ وہ احادیث جن کی کوئی اصل نہیں ہے قبول نہیں کی جائیں گی، اور جن کی کوئی سند نہ ہو ان کو بھی روایت نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ ''میری طرف سے حدیث بیان کرتے ہوئے بچو، صرف وہی حدیث بیان کرو جو تم جانتے ہو اس لئے کہ جس نے جان کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے'' پس رسول اللہ ﷺ نے حدیث معلوم ہونے کی شرط کے ساتھ اس کو بیان کرنے کا جواز رکھا ہے، اور ہر وہ

(۱) تذکرۃ الموضوعات ٦۔

حدیث جس کی کوئی سند نہ ہو، اور نہ اس کو کسی معتبر عالم نے اپنی کتاب میں درج کیا ہو اس حدیث کا رسول اللہ ﷺ سے معلوم ہونا نہیں سمجھا جائے گا، پس اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہوگا، مسلم شریف میں ہے کہ: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے''۔

ابن عراقؒ اسی بات کی وضاحت میں امام فخر الدین رازیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

ومنھاما ذکرہ الامام فخر الدین الرازی ان یروی الخبر فی زمن قد استقرأت فیہ الاخبار و دونت فیفتش عنہ فلا یوجد فی صدور الرجال ولا فی بطون الکتب. (۱)

اور موضوع احادیث کی علامتوں میں یہ بھی ہے کہ کوئی حدیث ایسے زمانے میں بیان کی جائے جب کہ احادیث کی چھان بین اور تتبع کے بعد ان کو مدون کر دیا گیا ہو، پس اس وقت کوئی حدیث تلاش کی جائے لیکن نہ محدثین کے سینوں میں ملے اور نہ کتابوں میں اس کا پتہ ہو۔

پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ:

فاستفدنا من ھذا ان الحفاظ الذین ذکرھم و اضرابھم اذا قال احدھم فی حدیث لا اعرفہ او لا اصل لہ کفی ذلک فی الحکم علیہ بالوضع. (۲)

اس سے یہ بات مستفاد ہوئی کہ اوپر مذکور حفاظ حدیث یا ان کے جیسے

(۱) تنزیہ الشریعۃ ۷/۱. (۲) تنزیہ الشریعۃ ۸/۱۔

دوسرے حفاظ حدیث جب کسی حدیث کے بارے میں کہیں کہ ''میں اسے نہیں جانتا'' یا ''اس کی کوئی اصل نہیں ہے'' تو یہ بات حدیث کو موضوع کہنے کے لئے کافی ہے۔

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ.....

من جاء الیوم بحدیث لا یوجد عند الجمیع لا یقبل.

جو کوئی آج ایسی حدیث بیان کرے جو کسی محدث کی کتاب میں نہیں ملتی تو وہ قابل قبول نہیں ہوگی۔(۱)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ان احادیث پر جن کا سراغ متقدمین کے یہاں نہیں ملتا کچھ کلام کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

وعلی کل تقریر ایں احادیث قابل اعتماد نیستند بہر صورت یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہے۔(۲)

مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

کتب متقدمین میں کسی حدیث کا وجود نہ ملنا اس کے موضوع ہونے کی دلیل ہے۔(۳)

متقدمین سے مراد چار صدیوں کے علماء ہیں اگر چار صدیوں کے بعد کوئی عالم ایسی روایت بیان کرے جو اول چار صدیوں میں لکھی ہوئی کتابوں میں نہ ہو تو وہ نا قابل قبول ہوگی۔(۴)

امام ترمذی لکھتے ہیں کہ میں نے ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن (دارمی)

(۱) احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۴۔(۲) احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۴ بحوالہ عجالۂ نافعہ۔

(۳) احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۴۔(۴) احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۵۔

سے اس حدیث (**من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین**) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ:

انما معنی الحدیث اذا روی الرجل حدیثا و لا یعرف لذلک الحدیث عن النبی ﷺ اصل فحدث به فاخاف ان یکون قد دخل فی هذا الحدیث. (۱)

ترجمہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی حدیث کو بیان کرے اور اس حدیث کی کوئی اصل معروف نہ ہو پھر بھی اس کو بیان کرے تو مجھے خوف ہے کہ وہ اس حدیث کی وعید میں داخل ہوگا۔

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ کسی کلام کو حدیث کہنے کے لئے کوئی بنیاد ضروری ہے، اور بنیاد وہ جو علم حدیث میں معتبر ہو، جس حدیث کی کوئی سند معلوم نہ ہو، اور نہ متقدمین کی مستند کتابوں میں سے کسی کتاب میں مذکور ہو تو اس صورت میں اس کو حدیث کہنا اور حدیث کہہ کر بیان کرنا احادیث اور اقوال علماء کی روشنی میں درست نہیں ہے، بلکہ **کفی بالمرأ اثماان یحدث بکل ما سمع** کے بموجب وہ گنہگار رہوگا، اور رسول اللہ ﷺ کے اس حکم ''حدیث وہی بیان کرو جن کا حدیث ہونا تم کو معلوم ہو'' کی خلاف ورزی ہوگی۔

بے اصل روایت بڑے آدمی سے بھی قبول نہیں کی جائے گی

اس وضاحت سے معلوم ہوگیا کہ متأخرین علماء میں سے کسی کی کتاب میں کوئی حدیث بغیر سند اور بغیر حوالے کے مذکور ہو یا کسی عالم نے بیان میں کوئی

(۱) ترمذی باب فیمن روی حدیثا وهو یری انه کذب.

حدیث سنائی ہو اور وہ حدیث احادیث کی مستند کتابوں میں سے کسی کتاب میں نہ ملے تو محض کسی عالم کا اپنی کتاب میں لکھنا یا اس کو بیان کرنا اس حدیث کے لئے کوئی اصل اور بنیاد شمار نہیں ہوگا، چاہے حدیث بیان کرنے والا یا حدیث کو اپنی کتاب میں داخل کرنے والا کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو، علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

فالعمدة على الكتب المدونة فمن جاء بحديث غير موجود فيها فهو رد عليه وان كان من اتقى المتقين.(۱)

ترجمہ: پس اعتماد حدیث کی مدونہ کتابوں پر کیا جائے گا، چنانچہ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے جو ان کتابوں میں نہ ہو تو اس کو رد کر دیا جائے گا اگر چہ بیان کرنے والا سب متقین سے بڑا متقی ہو۔

پس اگر متأخرین علماء کے پاس سند ہے یا حوالہ سے بات کرتے ہیں تو ان کی بیان کردہ حدیث سر آنکھوں پر، لیکن اگر ان کی بیان کردہ حدیث کی سند کا کہیں پتہ نہیں ہے، تلاش بسیار کے بعد بھی کسی کتاب میں کسی کو بھی اس کا سراغ نہیں ملتا ہے یا کسی حافظ حدیث نے کہہ دیا کہ ''اس کی کوئی اصل نہیں ہے'' یا ''یہ حدیث مجھے نہیں ملی'' تو اس حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کو موضوعات کی فہرست میں کر دیا جائے گا۔

ہماری غلطی

ہم لوگ علم سے دوری کی وجہ سے جن بہت سے حقائق سے نا آشنا ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی بڑے نے کوئی بات کہہ دی تو ہم یہ سمجھ لیتے

(۱) الفوائد الموضوعة للكرمی ص ٦٩۔

ہیں کہ جو کچھ کہا اور جیسا کہا بالکل صحیح ہے اس میں غلطی کا امکان ہو ہی نہیں سکتا یہ ہماری جہالت ہے جس نے حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے، غلطی کا امکان ہر حال میں باقی رہتا ہے، اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ان کی ہر بات غلط ہے، یا ہر بات میں غلطی کا احتمال پیدا ہو کر نا قابل اعتماد ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بڑے شخص کی کسی غلطی پر متنبہ کرے اور اس کے پاس اس کے دلائل وشواہد بھی ہوں پھر اس کی ہر بات اور ہر دلیل کے جواب میں بس ایک ہی بات کی رٹ ہو کہ ''وہ بڑے ہیں''، اور یہ کہہ کر اس کی بات کو رد کر دینا عقل و دانش کے خلاف ہے، حق کسی ایک کے ساتھ چمٹا ہوا نہیں رہتا، ہر ایک حق پر بھی ہو سکتا ہے اور ہر کسی سے غلطی بھی ہو سکتی ہے، اس لئے ناقد اور مصلح کی بات کو سننا اور اس پر غور کرنا چاہئے، اور سمجھ میں آنے پر اس کو قبول کرنا چاہئے، کسی بڑے کے بیان کرنے سے کوئی حدیث علم حدیث کے محکم و مسلم اصول سے بے نیاز نہیں ہو جاتی اور اس پر صحت مہر نہیں لگ جاتی، دنیا میں انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہوتا ہے، تاریخ بھی شاہد ہے کہ بڑے بڑے علماء سے غلطیاں ہوئی ہیں، بلکہ چار مقبول مذاہب کے ائمہ سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں اور کتنے مسائل میں ان جبال علم حضرات کا رجوع ثابت ہے، اور آگے بڑھئے تو بعض صحابہ سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں، اور غلطی ہونا کسی کی شان کو گھٹاتا نہیں، انسان کی عظمت و رفعت کا مدار اس کا تقوی، عاجزی اور شان عبدیت ہے، پس یہ چیز جتنی زیادہ ہوگی اتنی ہی زیادہ حقیقی بلندی نصیب ہوگی، چاہے دنیا کی عارضی اور دھوکہ والی عظمت سے محروم ہو، اور اگر اس چیز کی کمی ہے تو وہ حقیقی عظمت سے دور ہے چاہے کسی بات میں غلطی نہ

کرے، پس غلطی نہ ہونے کو عظمت کا معیار سمجھنا ایک بنیادی غلطی ہے، لہذا ہمیں یہ دو نکتے ذہن نشیں کرنے چاہئیں، اول یہ کہ انبیاء کے علاوہ ہر کسی سے غلطی کا امکان ہے، دوم کسی سے غلطی ہو جانا اس کی عظمت میں کمی نہیں کرتا، پہلی بات کو پھر سے دہراتا چلوں کہ غلطی کا احتمال ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کی ہر بات میں شک کیا جائے، اور کسی کی کوئی بات قبول ہی نہ کی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ غلطی کے ثبوت کے بعد اس پر اصرار نہ کیا جائے۔

اختلاف کی صورت میں

اگر کسی حدیث کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہو، بعض نے اس کو موضوع کہا ہو اور بعض اس کے موضوع نہ ہونے کے قائل ہوں، یا ایک عالم نے ایک حدیث کو صحیح کہا دوسرے عالم نے اسی حدیث کو موضوع کہا، تو اس وقت بہتر تو یہ ہے کہ اس کے بیان کرنے سے احتراز کیا جائے، کیوں کہ کوئی صحیح حدیث بیان کرنے سے رہ جائے گی تو اس کا گناہ نہیں ہوگا، البتہ موضوع کو غیر موضوع سمجھ کر بیان کر دیا تو منشائے نبوی کے خلاف ہوگا، نیز علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ ایک راوی کے متعلق علماء کی دو رائیں ہوں، کچھ علماء کہہ رہے ہیں کہ وہ کذاب ہے، اور دوسرے بعض اس کو کذاب نہیں مان رہے ہیں تو اس وقت جرح کرنے والوں کی رائے مقدم ہوگی، اسی کو علم حدیث میں یوں بیان کیا جاتا ہے **الجرح مقدم علی التعدیل** اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو سچا کہنے والوں کی دلیل صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس کو جھوٹ بولتے دیکھا نہیں ہے، اور جرح کرنے والے اس کے کسی جھوٹ پر یا کسی اور عیب پر مطلع ہو گئے ہیں جو پہلے قسم کے

لوگوں کو معلوم نہیں ہے، پس جرح کرنے والوں کے قول کی بنیاد علم ہے، اور دوسرے گروہ کے رائے کی بنیاد صرف یہ ہے کہ ہم نے دیکھا نہیں، اس لئے جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے (بعض صورتوں میں اس قاعدہ میں فرق بھی آ جاتا ہے) لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ اختلاف کے موقع پر مختلف فیہ حدیث سے بچا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ ان میں سے ایک کو ترجیح دی جائے، حافظ صلاح الدین العلائی فرماتے ہیں:

فمتی وجدنا فی کلام احد من المتقدمین الحکم به کان متعمدا وان اختلف النقل عنهم عدل الی الترجیح.(۱)

ترجمہ: پس جب متقدمین میں سے کسی نے کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم لگایا تو اسی پر اعتماد ہوگا اور اگر کسی حدیث کے متعلق متقدمین کا اختلاف منقول ہو تو کسی ایک کو ترجیح دینے کی طرف توجہ کی جائے گی۔

کسی ایک کو ترجیح دینے کے لئے عالم (جو ترجیح دینے پر قادر ہو) علم اصول حدیث اور اسماء الرجال سے فائدہ اٹھائے گا، اور جاہل یا وہ شخص جو مآخذ عربیہ سے استفادہ پر قادر نہیں ہے تو وہ ایسے عالم سے رجوع کرے گا جن کو وہ قابل اور باصلاحیت سمجھتا ہے، جن کے علم وتقوی پر اس کو اعتماد ہو۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ دنیوی امور میں جب اختلاف ہوتا ہے، اور کسی اہم معاملہ میں دو رائیں ہو جاتی ہیں تو اس وقت ہم لوگ نہ سہولت والی رائے تلاش کرتے ہیں، اور نہ اختلاف کرنے والوں سے بدظن ہوتے ہیں، بلکہ

---

(۱) ظفر الامانی للکنوی ۴۸۳.

حق کو پانے کی کوشش کرتے ہیں، مثلا دو وکیلوں میں کسی مقدمے کی کوئی خاص
بات میں اختلاف ہوجائے ایک اس کو سبب گرفت بتلا رہا ہے، دوسرا اس میں
کچھ خطرہ محسوس نہیں کرتا، اس صورت میں جس کا مقدمہ ہے وہ یہ نہیں سوچے گا
کہ جس رائے میں سہولت ہو یا جو میری مرضی کے موافق ہو اس کو اختیار کیا جائے،
اور نہ ہی وکیلوں سے بدظن ہوگا، بلکہ اصل حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے گا مثلا
اگر کچھ پڑھا لکھا آدمی ہے تو دونوں کی رایوں کی بنیاد جاننے کی کوشش کرے گا اور
جو رائے صحیح سمجھ میں آئے گی اس پر عمل کرے گا، اور اگر انپڑھ ہے تو کسی تیسرے
وکیل کے پاس جائے گا یا کسی پڑھے لکھے اور سمجھدار قسم کے آدمی سے مشورہ کرے
گا، اور اگر یہی معاملہ دین کی کسی بات میں پیش آجائے تو یہ تکلیفیں بیکار لگتی ہیں،
اور اپنی مرضی اور اپنی سہولت دیکھ کر عمل کیا جاتا ہے، اور کچھ لوگ تو علماء سے ہی
بدظن ہوجاتے ہیں کہ یہ لوگ اپنی مرضی سے ایک بات طے کرتے ہیں اس وجہ
سے جو جس کے من میں آیا بول دیتا ہے، یا یہ کہ یہ لوگ اپنی ذاتی دشمنی کی وجہ سے
ایک دوسروں کی باتوں سے اختلاف کرتے ہیں، یا اور کوئی اپنا ذاتی مفاد اختلاف
پر مجبور کرتا ہے، لیکن یہ ساری باتیں غیر منصفانہ ہیں، دنیوی معاملات میں بوقت
اختلاف جو رویہ اختیار کیا جاتا ہے وہی دین کی کسی بات میں اختلاف ہوجانے پر
اپنانا چاہیئے، دلائل کی طرف رجوع کرکے یا علماء کرام سے پوچھ کر ایک راہ عمل
طے کرنی چاہیئے۔

انکار واجتناب

نہی عن المنکر دین اسلام کا مستقل ایک حکم ہے، قرآن واحادیث میں

جگہ جگہ مسلمانوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے
کاموں سے روکیں، اور اس کے ترک پر وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں، شریعت
مقدسہ میں موضوع احادیث کو بیان کرنا بھی ایک منکر امر ہے، پس نہی عن المنکر کا
حکم بجالاتے ہوئے موضوع روایت بیان کرنے والے کو روکنا ضروری ہے۔

بعض مرتبہ کسی بڑے کا احترام نہی عن المنکر سے مانع بن جاتا ہے، مگر
بزرگ کی عظمت کا احترام کرتے ہوئے ان کے مقام کی رعایت کے ساتھ ان کو
بھی حقیقت حال سے آگاہ کرنا ضروری ہے، اور اس میں ان کی بے ادبی اور
گستاخی نہیں ہے، اور اگر کوئی اپنی بے ادبی سمجھے تو شریعت کے حکم کے سامنے کسی
کی عظمت کوئی حقیقت نہیں رکھتی، امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

اذا علم الرجل من محدث الكذب لم يسعه السكوت عليه ولا يكون عليه غيبة. (۱)

جب کوئی آدمی کسی محدث کے جھوٹ پر مطلع ہوجائے تو اس کو خاموش
رہنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے، اور نہ وہ غیبت میں شامل ہے۔

اس کلام کو عام کرکے اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ جب کوئی بیان کرنے
والا چاہے چھوٹا یا بڑا، محدث یا بڑا عالم موضوع حدیث جان کر، یا لاعلمی میں بیان
کرے تو اس پر خاموشی بالکل روا نہیں ہے، بلکہ اس پر متنبہ کرنا ضروری ہے، اگر
خود واعظ سے کہنے کا موقع نہیں ملا مثلاً بیان کے بعد ملاقات نہ ہوسکی یا بیان
کیسٹ میں سنا، یا خطبات کی کتابوں کا مطالعہ کیا ان صورتوں میں جو دوسرے

(۱) الاسرار المرفوعه ۸۰.

بیان سننے والے ہیں ان کے سامنے موضوع ہونے کی وضاحت کرنا ضروری ہے
،اور یہ واعظ کی غیبت نہیں ہے اور نہ ان کی بے ادبی ہے (اور اگر مقرر نے جان کر
موضوع حدیث بیان کی ہے تو ادب کیسا؟)۔

یہ کام حکمت اور نرمی سے ہو ایسا انداز نہ اپنائے کہ مخاطب کو تکلیف ہو، اور
بجائے ماننے کے ضد پہ اڑ جائے، اور دوران وعظ کہنا بھی برے نتیجہ کا باعث ہوتا
ہے، بیان کرنے والے کو اس کے موضوع ہونے پر مطلع کیا جائے، اگر بتانے کے
باوجود بھی بیان کا سلسلہ جاری ہے تو چونکہ اس کا منشا موضوع کی قباحت سے
ناواقفیت ہے اس لئے ایسے لوگوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث جن
میں موضوع احادیث کو بیان کرنے کی سخت وعیدیں آئی ہیں بتائی جائیں۔

اور اگر ہم کوئی موضوع بیان کر رہے تھے، اور جاننے والا ہم کو غلطی پر مطلع
کر رہا ہے تو ہمارا یہ بھی فرض بنتا ہے کہ بات کو مان لے جبکہ بتانے والا اس کی دلیل
بھی دیتا ہو یا معتبر حوالہ دیتا ہو، بعض حضرات بلا وجہ ضد پر اڑ جاتے ہیں، ضد کی بنیاد
صرف یہ ہوتی ہے کہ "سارے لوگ بیان کرتے ہیں کوئی کچھ نہیں کہتا" یا یہ کہ "
فلاں کتاب میں لکھا ہے" یا یہ کہ "فلاں عالم سے سنا ہے" ایسی ضد صرف وہی کر سکتا
ہے جس کی آنکھوں سے حقیقت چھپ گئی ہو، کیوں کہ یہ بات مشاہدہ سے ثابت
شدہ ہے کہ بڑے بڑے انسانوں سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں، پس کسی کتاب میں
آجانا یا کسی عالم کا بیان کر دینا کسی حدیث کی صحت کا ثبوت نہیں ہے، چنانچہ خود
عاجز نے دور حاضر کے مقبول و مشہور علماء کے بیان میں ایسی حدیثوں کا تذکرہ سنا
ہے کہ جن کو محدثین نے موضوع بتایا ہے مثلا ایک ایسے عالم دین کے بیان میں یہ

حدیث سنی جن کے بیانات طبع ہو کر قبولیت پا چکے ہیں، اور کیسٹوں میں بھی ان کے
بیان بکتے ہیں، اور انٹرنیٹ پر کثیر تعداد میں نشر ہو رہے ہیں:

**لما فتح الله على نبيه خيبر اصابه من سهمه اربعة
ازواج نعال و اربعة ازواج خفاف و عشرة اواق
ذهب و فضة و حمار اسود الخ.**

اللہ تعالی نے میرے دادا کی پشت سے ساٹھ گدھے پیدا کیے ان سب
پر صرف انبیاء نے سواری کی ہے، اب ان کی نسل میں سے میرے سوا کوئی باقی
نہیں ہے، اور نہ انبیاء میں سے آپ کے سوا کوئی باقی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ
میں نے تیرا نام یعفور رکھا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا گدھی کی خواہش ہے؟
اس نے کہا نہیں، حضور ﷺ اس کو کسی آدمی کے دروازے پر (بلانے کے واسطے)
بھیجا کرتے، وہ دروازے کے پاس آ کر سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا، جب گھر کا مالک
باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلئے، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال
ہو گیا تو بیقراری میں ابوالہیثم بن التیہان کے کنویں میں گر پڑا (مکمل روایت
وترجمہ دوسرے حصے میں دیکھئے)۔

حالانکہ ابن جوزیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، اور علامہ سیوطیؒ اور ابن
عراقؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے، البانیؒ نے بھی اس کو موضوع کہا ہے، اور ابن
حبانؒ نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ
نے ان سے اتفاق کیا ہے، ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ: یہ حدیث موضوع ہے، اللہ
تعالی کی لعنت ہو اس حدیث کے گڑھنے والے پر، اس کا مقصد اسلام میں عیب پیدا

کرنے اوراس کا مذاق اڑانے کےسوااور کیا ہوسکتا ہے انتھی۔(۱)

اسی عالم صاحب نے یہ حدیث بھی بیان کی ہے:

معراج کی رات حضور اقدس ﷺ نے اپنے رب سے ہمکلامی کرتے ہوئے عرض کیا کہ: اے پرورگار! آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اور ان کو ملک عظیم سے نوازا، اور آپ نے موسی علیہ السلام سے کلام فرمایا، اور ادریس علیہ السلام کو بلند مقام عطا فرمایا، اور سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک دیا جوان کے بعد کسی کو میسر نہ ہوگا، اے پروردگار! آپ نے میرے لئے کیا انعام رکھا ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا اے محمد! جس طرح میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا تمہیں بھی خلیل بنایا، اور جس طرح موسی سے بات کی اسی طرح تم سے بھی کلام کیا، آپ کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عطا کیں، یہ دونوں چیزیں میرے عرش کے خزانوں میں سے تھیں، یہ میں نے کسی اور نبی کو نہیں دیں، اور میں نے آپ کو سرخ وسفید اور جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اتنی عام رسالت کے ساتھ میں نے کسی نبی کو نہیں بھیجا، آپ کے لئے مال فیئ کو حلال کر دیا، یہ پہلی امتوں کے لئے حلال نہ تھا، اور رعب کے ذریعہ آپ کی مدد کی حتی کہ آپ کا دشمن آپ سے ایک مہینہ کی مسافت کی دوری پر بھی آپ سے ڈرتا ہے، اور میں نے آپ کو سب کتابوں سے افضل کتاب عطا کی، اور میں نے آپ کا سینہ کھول دیا، اور آپ سے بوجھ ہلکا کر دیا، اور آپ کا ذکر بلند کر دیا، پس جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ میں آپ کا بھی ذکر ہوگا، اور آپ کی امت کو بہترین امت بنایا جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے، اور

(۱) اللآلی المصنوعہ ۱/۲۷۶، تنزیہ الشریعۃ ۱/۳۲۶، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ و الموضوعۃ ج۱۱ رقم الحدیث ۵۴۰۵.

آپ کی امت کا خطبہ اس وقت تک درست قرار نہیں پائے گا جب تک کہ وہ آپ کے رسالت کی گواہی نہ دے، اور سب سے پہلے نبوت سے آپ کو نوازا اور سب سے اخیر میں مبعوث فرمایا (مکمل روایت دوسرے حصے میں دیکھئے)۔

حالانکہ اس کو بھی محدثین نے موضوع کہا ہے۔(۱)

دوسرے ایک اسی شان کے عالم کے بیان میں بارہا اس حدیث کو سنا:

المعرفة رأس مالي والعقل اصل ديني والحبّ
اساسي والشوق مركبي وذكر الله انيسي والثقة
كنزي والحزن رفيقي والعلم سلاحي والصبر ردائي
والرضا غنيمتي والعجز فخري والزهد حرفتي
واليقين قُوْتِي والصدق شفيعي والطاعة حَسَبي
والجهاد خُلقي وقرّة عيني في الصّلوةِ.

ترجمہ: معرفت میری اصل پونجی ہے، اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے، اور محبت میرا سرمایہ ہے، اور شوق میری سواری ہے، اور اللہ کا ذکر میرے لئے انسیت کا سامان ہے، اور اعتماد میرا خزانہ ہے، اور غم میرا ساتھی ہے، اور علم میرا ہتھیار ہے، اور صبر میری چادر ہے، اور رضا میری غنیمت ہے، اور عاجزی میرا فخر ہے، اور زہد میرا پیشہ ہے، اور یقین میری خوراک ہے، اور سچائی میرا شفیع ہے، اور طاعت میرے لئے خاندانی شرافت کے برابر ہے، اور جہاد میری عادت ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اس کو قاضی عیاض نے شفا میں بغیر سند کے ذکر کیا ہے، علامہ سیوطیؒ نے

(۱) اللآلی المصنوعہ ج ۱/۷۵ (۲) تنزیہ الشریعۃ ۱/۱۶۵.

اس کو موضوع کہا ہے، علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ وضع کے آثار اس میں نمایاں ہیں، اور علامہ طرابلسیؒ نے بھی بعض محدثین کے حوالے سے اس کو موضوع کہا ہے۔(۱)

تنبیہ: ان مثالوں میں مقرر کے الفاظ بعینہ نہیں لئے گئے ہیں، بلکہ حدیث کے الفاظ پیش کئے گئے ہیں۔

اسی طرح مشہور کتابوں میں سے احیاء العلوم، تنبیہ الغافلین، غنیۃ الطالبین اور قاضی عیاض کی شفا وغیرہ میں بھی ایسی احادیث ہیں جن کو محدثین نے موضوع کہا ہے، ہمارے زمانے کی مقبول خاص وعام کتاب ''فضائل اعمال'' میں بھی احیاء العلوم سے نقل کے دوران ایسی حدیثیں آ گئیں ہیں جن کو محدثین نے موضوع، یا بے اصل کہا ہے مثلاً

لا یستدیر الرغیف ویوضع بین یدیک حتی یعمل فیه ثلاثمائة و ستون صانعا اولهم میکائیل التی تزجی السحاب و الشمس و القمر والافلاک و ملائکة الهواء و دواب الارض و آخرهم الخباز ''وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها''.

روٹی گھوم پھر کر آپ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے اس میں تین سو ساٹھ خادم کام کرتے ہیں، ان میں سب سے پہلے میکائیلؑ ہیں، جو بادلوں کو چلاتے ہیں پھر سورج، چاند، آسمان، اور ہوا کے فرشتے اور زمین کے چوپائے بھی ان خدمت گزاروں میں شامل ہیں، سب کے اخیر میں روٹی پکانے والے کی

(۱) المغنی عن حمل الاسفار ۱۶۳، مناهل الصفا فی تخریج احایث الشفا ۸۵، الفوائد المجموعة ۱۳، اللؤلؤ المرصوع ۱۷۰، تذکرة الموضوعات ۸۶۔

محنت لگتی ہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

احیاء میں اس کو حدیث بتایا گیا ہے، اور وہاں سے حضرت شیخؒ نے فضائل اعمال میں بیان کیا ہے لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۱)

ان مثالوں سے ہرگز کسی کی تنقیص مقصود نہیں ہے، اللہ تعالی علماء کرام اور مشائخ عظام کی ادنی بے ادبی سے بچائے، مقصود یہ ہے کہ دماغوں پر پڑا ہوا جمود ٹوٹے، اور یہ احساس ہو کہ غلطی سے انسان پاک نہیں ہے، پس اس بنیاد پر موضوع حدیث بیان کرتے رہنا کہ ''اس کو کسی بڑے نے بیان کیا ہے'' نہ صرف عقل کے خلاف ہے بلکہ مشاہدہ کے بھی خلاف ہے، (اگر ہمارے پاس حدیث کے غیر موضوع ہونے کی کوئی معتبر دلیل ہو تو الگ بات ہے) اور کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اصلاح کرنے والے کو ہمارا یا ہماری تحریک کا مخالف سمجھ کر اس کی بات کے رد کرنے کا جواز پیدا کیا جاتا ہے، اگر حقیقت میں بھی وہ ہماری تحریک کا مخالف ہے تب بھی حق بات کو قبول کرنے میں کونسا مانع پیش آ رہا ہے، میں تبلیغی جماعت کا مکمل حامی ہوں اس لئے میرے تبلیغی بھائیوں سے خصوصا عرض کرتا ہوں کہ وہ تعصب کا شکار نہ ہوں، اور ہر موافق ومخالف کی اصلاح کی طرف توجہ دیں **الکلمة الحکمة ضالة المؤمن فحیث وجدها فهو احق بها** (ترمذی) حکمت کی بات مومن کا گمشدہ سرمایہ ہے، پس وہ اس کو جہاں بھی پالے تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے، پس اگر کوئی ہماری اصلاح کی بات کرے تو ہم مصلح سے یہ کہے کہ جزاک اللہ یہ چیز میں کب سے تلاش کر رہا تھا، کیوں کہ یہ حکمت کی بات میری تھی جو گم ہوگئی تھی، آپ کا شکر ہے جو آپ نے مجھ تک پہنچادی۔

(۱) المغنی ص۷۵۷، کشف الخفاء ۲/۴۶۲، الاسرار المرفوعة ۳۷۱

کسی حدیث کوموضوع کہنے میں احتیاط

جس طرح کسی حدیث موضوع کوصحیح کہنا جائزنہیں اسی طرح صحیح حدیث کوموضوع کہنا بھی جائزنہیں ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

عن ابی بکر رضی اللہ عنہ مرفوعًا من کذب علیّ متعمّدًا او ردّ شیئًا امرتُ به فلُیتبوّأ بیتاً فی جهنّمَ.(١)

ترجمہ: حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ حضوراقدس ﷺ کا یہ ارشادنقل کرتے ہیں کہ جس نے مجھ پرجھوٹ باندھایامیری بتائی ہوئی بات کوردکردیاتووہ جہنم میں اپنا گھربنالے۔

اس وعید سے بچنے کے لئے احتیاط کا دامن پکڑنا ضروری ہے، پوری تحقیق کئے بغیر، علماء اورمحدثین کے اقوال اورمعتبر کتب احادیث کی طرف مراجعت کئے بغیرکسی حدیث کوموضوع کہنا جرم عظیم کی طرف قدم بڑھانا ہے، بلکہ عامی اورعلم حدیث میں غیرپختہ آدمی کے لئےفن کی بڑی کتابوں اورمتقدمین کے اقوال سے کوئی نتیجہ نکالنا بھی درست نہیں ہے بلکہ کسی معتبر عالم سے جاننا اور علم حاصل کرنا ضروری ہے، کیوں کہ علم حدیث کی اصطلاحات اورمحدثین کرام کےمزاج کوجاننے کے لئےعلم حدیث میں مہارت ضروری ہے، یہ ہرکس وناکس کا کام نہیں ہے،حافظ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں:

الحکم علی الحدیث بکونه موضوعا من

(١) الاسرار المرفوعة ص ٤٤ ، الآثار المرفوعة ناقلا عن مسند ابی یعلی و الضعفاء للعقیلی، والمعجم الاوسط للطبرانی.

المتأخرین عسیر جدا لان ذلک لا یتأتی الا بعد جمع الطرق و کثرة التفتیش و انه لیس لهذا المتن سوی هذا الطریق الواحد.(١)

ترجمہ: متأخرین کی طرف سے کسی حدیث پروضع کا حکم لگانا بہت دشوار ہے، کیوں کہ وضع کا حکم نہیں لگایا جاسکتا مگرساری سندوں کوجمع کرنے اورکثیر تلاش کے بعداور یہ بات جان لینے کے بعد کہ اس متن کے لئے اس ایک سند کے علاوہ کوئی سندنہیں۔

اس زمانے میں جہاں کچھ لوگ احادیث میں لاپرواہی سے موضوع حدیث بھی بیان کردیتے ہیں وہیں کچھ نام نہادلوگ بزبان حال محدث ہونے کا دعوی کرنے والے ایسے اٹھے ہیں جنہیں کسی حدیث کوغیرثابت اورموضوع کہتے ہوئے لطف آتا ہے، وہ اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ کب کسی حدیث کوموضوع کہنے کا موقع ملے،خصوصاغیرمقلدیت کی برکت سےلوگوں کے ذہن اتنے خراب ہورہے ہیں کہ بہت سےلوگ حدیث پراپنےعلم کی بنیادپرصحت ووضع حکم لگادیتے ہیں، علمائے کرام کی بیان کردہ حدیثوں کوموضوع بتانا،کسی کی عظمت کا قائل نہ ہونا، دوحرف علم کے سیکھ کرائمہ کرام اوراولیاءعظام کوتنقید کا نشانہ بنانا یہ سب غیر مقلدیت کی ادنی فتوحات ہیں،حیرت تو یہ ہےجن محدثین کےتوسط سےاحادیث پہنچی ہیں ان کی بیان کردہ حدیث اگران کےکسی مقصد کےخلاف ہوگئی تو پھرکسی اصول کا سہارالےکراس حدیث کوغیرمعتبرقراردےدیں گے پھرمحدثین کولعن طعن

(١) الفوائد الموضوعة ٦٣.

کرنا شروع کر دیں گے، اس مصیبت نے نوجوانوں سے محبت واحترام، اتباع و انقیاد کا جذبہ ہی ختم کر دیا، حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدیت امت کو اسلاف سے بد ظن کرنے اور ان سے اپنا رشتہ کاٹنے کی بڑی سازش ہے، اس کے پیچھے دشمنان اسلام کی فکریں کام کر رہی ہیں، ان غیر مقلدین کی ذہنیت سادہ لوح مقلدین پر بھی سوار ہو رہی ہے، جہاں پر غیر مقلدیت کا زور ہے وہاں تو یہ برا حال ہے کہ حدیث پر کسی طرح کا حکم لگانا اپنا حق سمجھا جاتا ہے، اور اس کے پیچھے بھی یہ محرک بڑا اہم ہے کہ امت کے ہاتھوں سے احادیث کا ذخیرہ کم کر دیا جائے، خود کو اہل حدیث کہہ کر اور حدیث کا حامی ظاہر کر کے ایسا کام کیا جائے کہ امت کا اعتماد احادیث پر سے اٹھتا چلا جائے، اللہ ہمیں اس مصیبت سے محفوظ رکھے، آمین

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب نے بیان میں حضرت طلحہ بن براءؓ کا قصہ سنایا کہ...

جب حضرت طلحہ رسول اللہ ﷺ سے ملے تو آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دینے لگے، آپ سے چمٹنے لگے، پھر حضرت طلحہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے آپ جو چاہے حکم فرمائیں میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، حضور ﷺ کو ان کی اس بات سے تعجب ہوا کیوں کہ وہ ابھی نوعمر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اپنے باپ کو قتل کر دو، حضرت طلحہ حکم کی تکمیل کے لئے چل پڑے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو واپس بلایا اور فرمایا کہ میں قطع رحمی کے واسطے نہیں بھیجا گیا ہوں، پھر کچھ مدت کے بعد جب وہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی عیادت کی، ان کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا، ان کا انتقال رات

کو ہو گیا انتقال سے پہلے انہوں نے کہا تھا کہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف مت دینا، ہو سکتا ہے کہ رات کو انہیں کوئی تکلیف پہنچا دے، بلکہ تم ہی مجھے دفن کر دینا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی، آپ ﷺ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور صحابہ آپ ﷺ کے پیچھے صف لگا کر کھڑے تھے، پھر آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ آپ طلحہ سے اس حال میں ملنا کہ وہ تیری طرف دیکھ کر ہنس رہا ہو اور آپ طلحہ کی طرف دیکھ کر ہنس رہے ہو۔

جب بیان پورا ہوا تو ایک صاحب نے کسی گفتگو کے دوران کہہ دیا کہ یہ حدیث ہے ہی نہیں، میں نے کہا یہ حدیث ہے اور میں نے فلاں فلاں کتاب میں پڑھی ہے اس میں **لسان المیزان** بھی ہے، لیکن انہوں نے نہیں مانا، عاجز نے کہا کہ میں نے احادیث کی مستند کتابوں میں یہ حدیث دیکھی ہے، لیکن پھر بھی وہ بضد تھے، ان کا کہنا تھا کہ طلحہ نام کے صحابہ دو ہی ہیں، اور دونوں کا انتقال حضور ﷺ کے بعد ہوا ہے، میں تو حیران رہ گیا کہ یہ آدمی بڑی بڑی کتابوں میں ہونے کے باوجود فقط اس وجہ سے حدیث کا انکار کرتا ہے کہ اس کی نگاہ سے یہ حدیث نہیں گذری، یہ مغرب کے بعد کا واقعہ ہے، میں نے **الاصابہ** میں سے تقریباً بیس طلحہ نامی صحابہ کے مکمل ناموں کی ایک فہرست تیار کی، اور عشاء میں ان صاحب کے سامنے پیش کی، اس وقت چپ تو ہو گئے لیکن کیا معلوم اب بھی یقین نہیں آیا؟ کہ صبح فجر میں ایک اردو کتاب اپنے ہمراہ لے آئے، فجر کے بعد عاجز کو بلایا اور کہا کہ دیکھو اس کتاب میں صرف دو ہی طلحہ نامی صحابہ کا ذکر ہے، میں نے کتاب کو دیکھا خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی کتاب میں حضرت طلحہؓ کی مذکورہ حدیث موجود تھی، میں نے اس

حدیث پر انگلی رکھ دی، اب تو کیا کرتے، بیچارے کو کہیں منہ چھپانے کے لئے بھی جگہ نہ ملی، اسی طرح کی ایک اور بات ہے، مولانا طارق جمیل صاحب **دامت برکاتھم** نے دوران وعظ یہ حدیث بیان فرمائی:

عن ابی ہریرۃؓ قال قالوا: یا رسول اللہ متی وجبتْ لک النبوۃُ قالَ وآدمُ بینَ الرّوحِ و الجسدِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس وقت نبوت ملی تھی جب کہ آدم کا وجود بھی نہیں ہوا تھا۔

اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے توصیف الرحمٰن غیر مقلد اس طرح اپنی زہر آلود زبان کھولتا ہے:

انّا للّٰہ وانا الیہ رَاجعونَ اے کاش! مولانا آپ ہر پڑی ہوئی چیز کو بیان کرنے سے پہلے ایک لمحے کے لئے رک کر یہ تو سوچ لیتے کہ کیا یہ اللہ کے نبی کی حدیث ہے یا آپ کے ذمہ جھوٹ باندھا گیا ہے، کاش ان من گھڑت روایت کو اس جھوٹی روایت کو فرمان رسول کہتے ہوئے آپ کی زبان لڑکھڑا جاتی، آپ رک جاتے، یہ حدیث رسول نہیں ہے یہ جھوٹ ہے جو محمد ﷺ کے ذمہ لگایا گیا ہے۔(۱)

یہ انتہائی جہالت وتعصب کا شکار توصیف الرحمٰن جس حدیث کو بے باکی اور بے خوفی سے موضوع کہہ رہا ہے اس کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے، اور غیر

(۱) youtube پر اس نام سے دیکھا جاسکتا ہے:

(maulana tariq jameel par aitrazat ki haqeeqat 6 of 11)

مقلدین کے بڑے عالم شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، تعصب، انانیت اور بغض وکینہ نے ترمذی جیسی متداول کتاب کی صحیح حدیث سے بھی اندھا کر دیا، اس جہل مرکب میں کتنے ہی لوگ پھنسے ہوئے ہیں کہ جو حدیث مجھے معلوم نہیں وہ موضوع ہے، جہاں غیر مقلدیت کی مسموم فضا عام ہوگئی ہے وہاں یہ بات زیادہ دیکھنے کو ملتی ہے، اس جہالت کی پٹی کو آنکھو سے ہٹا کر حقیقت کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے، یہ حقیقت کہ جو حدیث مجھے معلوم نہیں وہ بھی حدیث ہوسکتی ہے، ہمہ دانی کے غرور میں آکر اپنی سمجھ اور اپنے علم کے بل بوتے پر کسی حدیث کو موضوع کہہ دینا ایسے شخص کا کام ہوسکتا ہے جس کو عقل فہیم اور قلب سلیم سے محروم کر دیا گیا ہو، ہر ذی فہم کو اس سے احتراز لازم ہے، اکابر کا احترام کرنا، ان کے علوم پر اعتماد کرنا، خود بینی اور خود رائی سے دور بھاگنا یہ اہل سنت والجماعت کے اعتدال پسند علماء کا شیوہ ہے، جو ان صفات کا حامل ہوگا وہ احادیث کے باب میں اثباتاً ونفیاً معتدل ہوگا، خصوصاً کسی حدیث کو موضوع کہنے سے پہلے بنظر انصاف کتابوں کی ورق گردانی کر کے مکمل تحقیق کر لے گا، اور یہی طریقہ اسلم ہے، اسی کو اپنانے میں خیر ہے۔

احتیاط کا ایک پہلو

اسی طرح درایت پر زور دے کر کسی حدیث کو موضوع کہہ دینا بھی درست نہیں ہے، یہ بات اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہے کہ حدیث کی وضع کا فیصلہ درایت سے بھی کیا جاتا ہے، لیکن اس درایت کا ایک معیار ہے، جہاں تک ہر کس و ناکس کی

رسائی ممکن نہیں، اگر ہر ایک کی درایت کا اعتبار کیا جانے لگا تو وہ وقت دور نہیں کہ صحیحین کی روایتیں بھی موضوع قرار دی جائیں، سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

بعض علماء لکھتے ہیں کہ درایت کا لفظ ایک غیر مشخص لفظ ہے، اگر اس لفظ کو وسعت دے دی گئی تو ہر شخص جس روایت سے چاہے گا انکار کر دے گا، کہ یہ میرے نزدیک عقل کے خلاف ہے۔(۱)

چنانچہ ایک حدیث ہے **لو كنت متّخذًا خليْلاً لاتّخذتُ ابا بكر خليلاً** کہ اگر میں دوست بناتا تو حضرت ابوبکر کو دوست بناتا، یہ صحیحین کی روایت ہے، لیکن کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اس کو کسی گمراہ فرقے نے وضع کی ہے (فجر الاسلام)، اردو میں ایک کتاب ہے ''مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت''، (۲) اس کتاب میں بھی بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جن پر مصنف نے درایت کے بل بوتے پر وضع کا حکم لگایا ہے، مثلا **ماء زمزم لما شرب له** کہ زمزم کا پانی جس مقصد سے پیا جائے گا وہ مقصد پورا ہوگا، اس حدیث کو موضوع لکھا ہے، حالانکہ اس کو فنی حیثیت سے موضوع کہنا درست نہیں ہے، علامہ سخاویؒ نے **المقاصد الحسنة** میں اس حدیث پر اچھا کلام کیا ہے، اس کے بہت سے شواہد بھی ذکر کئے

---

(۱) سیرۃ النبی ﷺ ۱/۵۵. (۲) اس کے مصنف مولانا حبیب الرحمٰن کاندھلوی کے متعلق مفتی تقی عثمانیؒ لکھتے ہیں: دینی ضرورت کی وجہ سے اتنا کہے بغیر چارہ نہیں کہ وہ غیر متوازن انتہا پسند ذہن کے حامل تھے، جس کی بناء پر انہیں اپنے انفرادی نظریات پر اتنا اصرار تھا کہ وہ ساری امت کے علماء فقہاء اور محدثین میں سے کسی کو خاطر میں لانے کے لئے تیار نہیں تھے، چنانچہ انہوں نے متعدد مسائل میں جمہور امت سے الگ راستہ اختیار کیا ہے۔ (فتاوی عثمانی ۱/۵۲۲)

ہیں، اس طرح کی باتیں آج کے آزادی پسند ماحول میں زیادہ عام ہوتی جارہی ہیں، بس جہاں بھی ذرا الجھن ہوئی بیک جنبش قلم اس کے موضوع ہونے کا فیصلہ کر دیا، یہ رویہ بالکل درست نہیں ہے۔

احتیاط کا دوسرا پہلو

اسی قبیل سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اردو میں مضامین لکھنے کے دوران کسی حدیث کی تحقیق کی ضرورت پیش آجائے تو صرف ایک کتاب پر اعتماد نہ کیا جائے، ضروری نہیں کہ ایک کتاب میں کسی عالم یا محدث نے ایک حدیث کو موضوع کہہ دیا تو سارے علماء ان سے متفق ہوں، اختلاف ممکن ہے، اور اس کا بھی امکان ہے کہ دوسرا فریق واضح حق پر ہو، پس کسی ایک کتاب میں وضع کا فیصلہ پا کر اپنے مضمون میں یا اپنی کتاب میں اس کو موضوع لکھ دینا مناسب نہیں ہے، عجیب بات تو یہ ہے کہ کبھی کسی متشدد عالم سے موضوع ہونے کا قول اس طرح نقل کیا جاتا ہے کہ گویا اس میں کوئی دو رائیں ہے ہی نہیں اور حال یہ ہوتا ہے کہ محققین ان کے خلاف ہوتے ہیں، اس کتاب کی تالیف کے دوران خود عاجز اردو کی بعض کتابوں سے اس مغالطے میں پڑا تھا، البتہ اگر مضمون نگار کے سامنے دونوں اقوال مع دلائل ہوں، پھر وہ کسی ایک کو اصول کی روشنی ترجیح دے تو پھر اپنے رجحان پر اکتفاء کرنے کی گنجائش نظر آتی ہے، لیکن کسی ایک کتاب کے فیصلے پر مکمل اعتماد کر لینا، دوسرے فریق کی رائے، اور ان کے دلائل جاننے کی کوشش نہ کرنا کسی حال میں مناسب نہیں سمجھا جا سکتا۔

موضوع حدیث پر عمل کرنا

موضوع احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ موضوع حدیث پر عمل کرنا حرام ہے، چاہے وہ حلال وحرام کے متعلق ہو یا فضائل اعمال کے متعلق ہو، علامہ حصکفیؒ الدرالمختار میں لکھتے ہیں:

واما الموضوع فلا یجوز العمل به بحال(۱) اور رہی بات موضوع کی تو اس پر عمل کرنا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے۔

بحال پر حاشیہ لگا کر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"**بحال**" **ای و لو فی فضائل الاعمال**، "کسی بھی حال" سے مراد ہے کہ اگر چہ وہ موضوع حدیث فضائل اعمال کے متعلق ہو۔

علامہ حصکفیؒ نے الدرالمختار میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ معتبر عالم کی تحریر سے لکھا ہوا ہے کہ صلاۃ الرغائب اور شب براءت اور شب قدر کی نمازوں سے عوام کو نہ روکا جائے، اس پر علامہ شامیؒ نے حاشیہ لگا کر رحمتیؒ کی یہ بات نقل کی ہے:

ویمنع التوثق بذلک الخط اجماعهم علی حرمة العمل بالحدیث الموضوع و قد نصوا علی وضع هذه الصلوت.(۲)

موضوع حدیث پر عمل کے حرام ہونے پر علمائے کرام کا اجماع اس تحریر پر اعتماد کرنے سے مانع ہے، اور علماء نے ان نمازوں کے موضوع ہونے کی صراحت کر دی ہے۔

(۱) الدر المختار ۱/۲۲۷. (۲) رد المحتار ۳/۴۹.

یعنی علامہ حصکفیؒ نے جو لکھا تھا کہ "معتبر عالم کی تحریر سے لکھا ہوا ہے کہ صلاۃ الرغائب اور شب براءت اور شب قدر کی نمازوں سے عوام کو نہ روکا جائے" علامہ شامیؒ رحمتیؒ کی عبارت سے ان کا رد کر رہے ہیں کہ جب ان کا موضوع ہونا مصرح ہے تو پھر وہ تحریر قابل اعتماد کیسے ہو سکتی ہے؟ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ موضوع حدیث میں مذکور کسی فضیلت پر عمل کرنے کی بات کسی عالم کی طرف منسوب ہو یا کسی کتاب میں لکھی ہوئی ہو وہ کسی حال میں قابل اعتماد اور لائق عمل نہیں ہے۔

علماء نے ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے شرط لگائی ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو، بلکہ ضعف خفیف ہو، اگر ضعیف میں ضعف شدید ہے تو اس پر بھی عمل جائز نہیں ہے، جب ضعیف کے متعلق یہ حکم ہے تو موضوع حدیث تو اس سے بھی گئی گذری ہے، لہذا اس پر بدرجۂ اولی عمل جائز نہیں ہوگا۔

موضوع حدیث تعدد طرق سے بھی قوی اور قابل عمل نہیں ہوگی

اگر ایک موضوع حدیث کی تائید اسی جیسی موضوع حدیث سے ہو تو اس کو قوت نہیں ملے گی، بلکہ اگر ایک ہی مضمون کی چند موضوع احادیث جمع ہو جائیں تب بھی ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اور ان پر عمل جائز نہیں ہوگا، حضرت مفتی رشید صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان جیسے راویوں کا عدد ہزار بھی ہو جائے تو بھی ان پر اعتماد جائز نہیں **الخبیث لا یزید الا خبثا.**(۱)

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

امّا لو کان لفسق الرّاوی او کذبه فلا یؤثّر فیه موافقة مثله

(۱) احسن الفتاوی ۱۰/۱۲۵۔

لـه (١) یعنی اگر کمزوری راوی کے فسق یا جھوٹ کی وجہ سے ہے تو اسی جیسے دوسرے راوی کی موافقت اس کی تقویت میں اثر انداز نہیں ہوگی۔

موضوع روایت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کئے بغیر بیان کرنا

موضوع حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا اور اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر کوئی موضوع روایت کا معنی صحیح ہو، اور کسی نص شرعی کے خلاف نہ ہو تو اس کو حدیث کہے بغیر بیان کرنا صحیح ہے، علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ لکھتے ہیں:

قال الصغانی اذا علم ان حدیثا متروک او موضوع فلیروہ ولکن لا یقول علیه قال رسول الله ﷺ.

صغانیؒ نے کہا ہے کہ جب کسی حدیث کا متروک یا موضوع ہونا معلوم ہو جائے تو اس کو روایت کر سکتے ہیں لیکن یہ کہے بغیر کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے“۔(٢)

لیکن یہ بات ضروری ہے وہ حدیث شریعت کے عام اصول کے ماتحت آتی ہو اور اسی عام مضمون کو ایسے موثر انداز میں بیان کیا گیا ہو کہ سننے والے کے دل پر وہ مضمون پیوست ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کئے بغیر اس کو بیان کرنا صحیح ہے مثلاً **الصلاۃ معراج المومنین** نماز مومنین کی معراج ہے، یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس میں کوئی نیا مضمون بھی نہیں ہے بلکہ نماز کی خاص حضوری اور روحانی ترقی کو معراج کہا گیا ہے، اس لئے اس کو حدیث کہے بغیر بیان کرنا درست ہے۔

(١) رد المحتار ١/ ٢٢٦. (٢) تذکرة الموضوعات ٨.

موضوع اور ضعیف میں فرق ہے

اکثر علماء کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنا تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(١) ضعف شدید نہ ہو۔

(٢) شریعت کے عام اصول کے ماتحت آتی ہو۔

(٣) اس کے مسنون ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔

شرط العمل بالحدیث الضعیف عدم شدة ضعفه وان یدخل تحت اصل عام وان لا یعتقد سنیة ذلک الحدیث.(١)

☆ پس ضعیف حدیث شرائط کے ساتھ معمول بہ بن سکتی ہے لیکن موضوع کسی بھی حالت میں لائق عمل نہیں ہے۔

☆ ضعیف حدیث تعدد طرق سے حسن لغیرہ کا درجہ پالیتی ہے جبکہ موضوع کثرت طرق کے باوجود موضوع ہی رہے گی۔

پس ان وجوہ سے ضعیف اور موضوع حدیث میں بڑا فرق ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے محدثین دونوں کو الگ الگ شمار کرتے ہیں، آج تک علماء نے ضعیف احادیث کو موضوعات کے ساتھ جمع نہیں کیا تھا، جب علماء نے موضوعات کو اکٹھا کرنے کے لئے قلم اٹھایا تو اس میں مستقل طور پر ضعیف احادیث کا اندراج نہیں کیا، ضمناً ضعیف حدیث کا آجانا الگ بات ہے، لیکن ماضی قریب میں ہی عالم

(١) الدر المختار ١/ ٢٢٧.

عرب کے ایک عالم البانی صاحبؒ نے **سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة** میں موضوعات کے ساتھ ضعیف احادیث کو بھی داخل کر دیا ہے، دونوں کے درمیان کی دوری کو ختم کرنے کی انجانی کوشش کی، جس سے ضعیف احادیث کو بڑا نقصان پہنچا، حتی کہ اس کتاب کے عقیدت مندوں کے یہاں موضوع اور ضعیف کا یکساں شمار ہونے لگا، دونوں کے درمیان واضح مسافت کو ختم کر کے دونوں کو ایک درجہ میں لا کھڑا کیا ہے، اور اس ذہنیت میں کمًّا و کیفاً اضافہ ہوتا جا رہا ہے، یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ہمارے علماء، محدثین اور ائمۂ امت کا طرز نہیں ہے، بلکہ نئی پیداوار کی نئی سوچ ہے، جس کو قبولیت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، پس جو علمائے متقدمین اور اکابر محدثین اور جماعت اہل سنت سے وابستہ رہنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ اس حسین غلاف سے دھوکے میں نہ آئے، بلکہ قدرے خشک ہو کر متقدمین کا دامن تھامے رہے، بلکہ اس دور میں جب کہ متقدمین کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جس کو عربیت کی بھی پوری واقفیت نہ ہو وہ بھی اکابر پر اعتراض کو اپنا فخر سمجھ رہا ہے، ایسے دور میں اندھے ہو کر اہل سنت والجماعت کے اکابر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے، ورنہ کتنے لوگوں کو نفس و شیطان نے اچک لیا ہے، کہیں ایسا نہ کہ ہم بھی اپنی جہالت سے کسی باطل کو حق سمجھ کر اس کو اختیار کر لیں۔

اسرائیلی روایات

اسرائیلی روایت: یعنی وہ روایت جو بنی اسرائیل کی کتابوں سے بیان کی جاوے، علمائے اہل تفسیر و حدیث کی اصطلاح میں یہ لفظ عام ہے، اس کا اطلاق ہر اس روایت پر کیا جاتا ہے جو اسلام سے پہلے کی قدیم کتابوں سے منقول ہو، بعض نے اس سے بھی زیادہ توسع سے کام لیا ہے اور ان روایتوں کو بھی

اسرائیلی روایات میں شامل کیا ہے جن کو دشمنانِ اسلام نے ذخیرۂ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے، اگر چہ ان کا وجود مصادر قدیمہ میں نہ ہو۔

اسرائیلیات کے متعلق نصوص میں اختلاف

بنی اسرائیل سے روایت کرنے کے متعلق دلائل متعارض ہیں، کچھ دلائل سے جواز معلوم ہوتا ہے اور دیگر بعض سے عدم جواز۔

☆ جواز پر دلالت کرنے والی نصوص

(۱) **قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صادقين** آپ فرما دیجئے کہ لاؤ تورات اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ (قرآن)

(۲) **عن عبد الله بن عمرو ان النبى ﷺ قال حدثوا عن بنى اسرائيل ولا حرج** عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے روایت کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (بخاری)

(۳) بعض صحابہ ایمان قبول کرنے والے اہل کتاب علماء سے اسرائیلی روایتیں بیان کرتے تھے۔

☆ عدم جواز پر دلالت کرنے والی احادیث:

(۱) **عن جابر بن عبد اللهؓ ان عمر بن الخطابؓ اتى النبى ﷺ بكتاب اصابه من بعض اهل الكتاب فقرأه عليه فغضب فقال أمتهوكون فيها يا ابن الخطاب؟ والذى نفسى بيده لقد جئتكم بها بيضاء نقية لا تسألوهم عن شئى فيخبروكم بحق فتكذبوا**

بـه او بـبـاطـل فتـصـدقوا به والذی نفسی بیده لو ان موسی کان حیا ما وسعه الا ان یتبعنی.

ترجمہ:حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک کتاب جوکسی اہل کتاب سے ملی تھی لےکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورآپ ﷺ کےسامنے پڑھنے لگے،پس آپ ﷺ غصے ہوگئےاورفرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! کیا اب تک اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہو؟قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بلاشبہ میں تمہارے پاس اجلی اورصاف شفاف شریعت لےکرآیاہوں،تم کسی چیز کےمتعلق اہل کتاب سے نہ پوچھوکیوں کہ ایساہوسکتاہے کہ وہ تم کوحق بتلائیں اورتم اس کی تکذیب کرو،یاوہ ناحق کی خبردیں اورتم اس کی تصدیق کرو،قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہےاگرموسیٰ زندہ ہوتےتوان کوبھی میری اتباع کےبغیرکوئی چارہ نہیں تھا۔

(۲)عن بن عباسؓ قال یا معشر المسلمین کیف تسألون اهل الکتاب و کتابکم الذی انزل الله علی نبیه ﷺ احدث الاخبار بالله تقرأ ونه لم یشب و قد حدثکم الله ان اهل الکتاب بدلوا ما کتب الله و غیروا بایدیهم الکتاب ، فقالوا هذا من عند الله لیشتروا به ثمنا قلیلا ، افلا ینهاکم ما جاء کم من العلم عن مسألتهم ؟ ولا والله ما رأینا رجلا منهم قط یسألکم عن الذی انزل الیکم. (۱)

(۱) صحیح بخاری ، کتاب الشهادات، باب لا یسئل اهل الشرك عن الشهادة و غیرها .

ترجمہ:ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کیوں سوالات کرتے ہوں؟ حالانکہ تمہاری کتاب جوتمہارے نبی ﷺ پرنازل ہوئی ہے اللہ کی طرف سے سب کتابوں کے بعد نازل ہوئی ہے،تم اسے پڑھتے ہو،اوراس میں آمیزش بھی نہیں ہوئی،اوراللہ تعالی نے تمہیں بتادیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنے ہاتھوں سے اللہ کی کتاب کو بدل دیا اور پھر کہنے لگے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ دنیا کی تھوڑی سی پونجی اس سے کمائیں،پس کیا جوعلم تمہارے پاس آیا ہے وہ تمہیں ان سے سوال کرنے سے نہیں روکتا؟ اللہ کی قسم ہم نے کبھی ان میں سے کسی آدمی کو اس کتاب کے متعلق سوال کرتے ہوئے نہیں دیکھا جو تمہاری طرف نازل ہوئی۔

(۳)قال عبد الله بن مسعود رضی الله عنه : لا تسألوا اهل الکتاب فانهم لن یهدوکم وقد اضلوا انفسهم فتکذبوا بحق او تصدقوا بباطل. (۱)

ترجمہ:عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:اہل کتاب سے سوالات نہ کیا کروکیوں کہ وہ تمہیں ہرگز سیدھی راہ نہیں دکھائیں گے جبکہ انہوں نے خود اپنے آپ کوگمراہ کردیاہے،کہیں ایسانہ ہوکہ تم حق کوجھٹلاؤ یاباطل کی تصدیق کرو۔

تطبیق اورروایت کاحکم

ان سب کومختلف حالتوں پرمحمول کرنے سےسب روایتوں میں تطبیق ہو جائے گی،اورسب پرعمل کرنے کی صورت نکل آئے گی۔

(۱) مصنف عبد الرزاق ، قال ابن حجر و سنده حسن.

(۱) اگر کوئی اسرائیلی روایت قرآن وحدیث کے موافق ہے تو جواز کی روایتوں کو اختیار کر کے اس کو بیان کرنا جائز قرار دیا جائے گا۔

(۲) اور اگر کوئی اسرائیلی روایت نہ موافق ہو اور نہ مخالف تو اس صورت میں **حدثوا عن بنی اسرائیل و لا حرج** کے عموم میں شامل ہو کر اس کو بھی روایت کرنا جائز ہوگا، البتہ ان روایتوں کی تصدیق نہیں کریں گے اور نہ ان کی تکذیب کریں گے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے **لا تصدقوا اهل الكتاب و لا تكذبوه** کہ اہل کتاب کو نہ سچا مانو اور نہ ان کو جھوٹا قرار دو۔

(۳) اگر کوئی اسرائیلی روایت قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو منع کی روایتوں پر عمل کیا جائے گا، اور ایسی روایت کو بیان کرنا جائز نہیں ہوگا۔(۱)

اسناد کی جانچ میں بے جا غلو

بعض لوگ اسناد کے باب میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ حکایات اولیاء میں بھی اس طرح لازم کر دیتے ہیں جس طرح حدیث میں لازم سمجھی جاتی ہے، اگر کسی نے تاریخ کی کتاب سے کوئی عبرت کا واقعہ سنایا، یا زاہدوں کے واقعات کا تذکرہ کیا گیا تو وہ سند کا مطالبہ کرتے ہیں، اور سند مقبول نہیں ملی تو اس واقعہ کا انکار کر دیتے ہیں، بلکہ ناقل کی یا کتاب کی تنقید بھی کرتے ہیں، اسے غلو اور بے جا تشدد ہی کہا جا سکتا ہے، کیوں کہ اسناد کی اہمیت وضرورت خاص طور پر وہاں ہے جہاں کوئی امر شرعی بیان کیا جا رہا ہو خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں:

و هذا التاكيد و اللزوم فی طلب الاسناد انما يتعلق

(۱) ملخص من "الاسرائیلیات فی التفسیر والحدیث".

بالامور التی يتعلق بالشرع اصالة او تبعا.(۱)

یعنی طلب اسناد میں یہ تاکید ان ہی امور میں ہے جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ شرع سے ہے۔

اگر بیان کی جانے والی بات کا تعلق شریعت سے نہیں ہے تو اس کے بیان کرنے میں سند لازم نہیں ہے، اگر ان واقعات کی معتبر سند مل جائے تو بہت اچھا، بصورت دیگر ان واقعات کے ذریعہ عبرت حاصل کرنے اور قلوب کو اعمال صالحہ پر آمادہ کرنے سے تو کوئی چیز مانع نہیں ہے، خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:

و اما اخبار الصالحين و حكايات الزهاد و المتعبدين و مواعظ البلغاء و حكم الادباء فالاسانيد زينة لها و ليست شرطا فی تأديتها.(۲)

اور رہے صالحین کے واقعات اور زاہدین وعابدین کی حکایتیں اور بلغاء اور ادباء کی حکمت ونصیحت کی باتیں تو ان میں اسناد زینت ہے، ان کے بیان کرنے میں اسناد ضروری نہیں ہے۔

سعید بن یعقوبؒ کہتے ہیں کہ ہم نے ابن مبارک سے سوال کیا کہ ہم کتابوں میں نصیحت کی باتیں پاتے ہیں تو کیا ہم ان کو دیکھ سکتے ہیں؟ تو ابن مبارکؒ نے جواب میں فرمایا:

لا بأس وان وجدت على الحائط موعظة فانظر فيها تتعظ.(۳)

(۱) نوادرالحدیث ۱۴۱. (۲) نوادرالحدیث ۱۴۱. (۳) نوادرالحدیث ۱۴۱.

کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اگر کسی دیوار پر بھی تمہیں کوئی نصیحت کی بات مل جائے تو اسے بھی دیکھو تمہیں اس میں سے بھی نصیحت ملے گی۔

پس اولیاء کے واقعات اور مواعظ سے فائدہ اٹھانا چاہئے ، بڑے بڑے محدثین اور علمائے محققین نے بھی زہد ورقاق اور ترغیب وترہیب کے لئے کمزور روایتوں اور اولیاء اللہ کے واقعات سے استفادہ کیا ہے، علم حدیث میں امت کا اعتماد حاصل کرنے والے محدثین نے بھی اس باب میں کمزوری کو برداشت کرلیا ہے، سند کی تفتیش میں پڑ کر ان واقعات سے فائدہ نہ اٹھانا محرومی کی بات ہے، اور اس کو بنیاد بنا کر کسی کتاب پر تنقید کرنا تو بالکل ناروا ہے۔

ایک مرتبہ فضائل اعمال کی تعلیم میں ایک قصہ پڑھا گیا، وہ حدیث نہیں تھی، اور نہ کوئی حلال یا حرام کا تذکرہ تھا، بلکہ عبرت کا ایک تازیانہ تھا، تعلیم کے بعد ایک شخص نے حوالہ پوچھا، حاشیہ میں دیکھ کر حوالہ بتا دیا گیا، سائل نے پھر کہا کہ اس قصہ کو نقل کرنے والا کون ہے؟ میں نے کہا کہ اصل کتاب میں راوی کا ذکر مل جائے گا، انہوں نے اور کچھ سوالات کئے جن کا مقصد روایت کا درجہ معلوم کرنا تھا، عاجز نے اخیر میں کہہ دیا کہ یہ تاریخی روایت ہے حدیث نہیں ہے، اس میں حدیث کی طرح سند اور رواۃ کی تفتیش لغو ہے، یہ تو ایک واقعہ ہے اور فی الحقیقت بہت سے لوگوں کے ذہن کی ترجمانی ہے، لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ نصیحت حاصل کرنے اور عبرت پکڑنے کے موقع پر ایسے لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں، اور تاریخی روایتوں کی چھان پھٹک میں الجھ کر بڑے عبرتناک واقعات سے بھی وہ اثر نہیں لیتے، اور اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

البتہ ان روایات میں کسی تاریخی شخصیت کے متعلق کوئی عیب بیان کیا گیا ہو تو ان روایات کو بھی حدیث کے اصولوں پر جانچا جائے گا، اس کے لئے کمزور روایت نہیں چلے گی، مودودی نے خلافت وملوکیت میں جو گل کھلائے ہیں اس کی بنیاد تاریخی روایات ہیں جو ہرگز اس لائق نہیں کہ صحابہ تو درکنار ایک عامی آدمی کو بھی ان کی بنیاد پر کسی طرح کا ملزم قرار دیا جا سکے، حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق'' میں اس کی تلبیس کا پول کھولا ہے، اولاً خلافت وملوکیت پڑھنی ہی نہیں چاہئے، اور اگر کسی نے پڑھ لی ہے تو پھر حضرت مفتی صاحب کی کتاب بھی پڑھ لے، تاکہ مودودی کے قلم کی فریب کاریاں سامنے آجائیں، اور قاری پر اچھی طرح واضح ہوجائے کہ مودودی نے تحقیق کے نام پر کس قدر جھوٹ سے سہارا لیا ہے۔

حقیقت خرافات میں کھوگئی

یہ امت روایات میں کھوگئی

حصۂ دوم

الموضوعات المروجة

اس کو ضرور پڑھیے! ورنہ غلط فہمی کا امکان ہے

☆ حدیث کو موضوع کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی کہی ہوئی نہیں، کسی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط منسوب کردی ہے۔

☆ کسی حدیث کو ''بے اصل'' (یعنی اس کی کوئی اصل نہیں ہے) اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ اس حدیث کی کوئی سند نہ ہو، یا سند تو ہو لیکن راوی کے کذاب ہونے کی وجہ سے کالعدم ہو۔(۱)

ان دونوں طرح کی روایتوں کو بیان کرنا، ان پر عمل کرنا، ان کو حدیث سمجھنا گناہ ہے۔

☆ اس کتاب میں ''بہت زیادہ کمزور'' روایتیں بھی کہیں کہیں ملے گی، ان روایات کو داخل کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ موضوع کے برابر ہیں، کیوں کہ موضوع اور ضعیف میں فرق ہے جیسا کہ پہلے حصے میں وضاحت کردی گئی ہے، یہاں ان کو ذکر کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ روایت لائق عمل نہیں ہے، علماء نے وضاحت کی ہے کہ ضعف شدید کی حامل روایتیں فضائل اعمال میں بھی نا قابل قبول ہیں، مختلف فیہ روایتیں ذکر کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان کا ضعف شدید واضح ہوجائے۔

☆ بہت ہی کم روایتیں ایسی بھی ہیں جو ضعیف ہیں، کسی مناسبت سے ان کو بیان کیا گیا ہے، ان کو روایت کرنے اور ان پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اکابر نے موضوعات پر جو کتابیں لکھی ہیں ان میں بھی ضعیف احادیث ضمناً کسی مقصد سے بیان کردینے کی مثالیں ملتی ہے۔

---

(۱) مقدمه المصنوع ۲۱/۱۷.

☆ صحابی کے قول کو حدیث موقوف اور تابعی کے قول کو حدیث مقطوع کہا جاتا ہے، لیکن اگر ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کردی جائے تو ان کو اس حیثیت سے موضوع کہا جاتا ہے کہ ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط اور جھوٹ ہے، اس کی وضاحت ہوتی ہے ابن عراقؒ کے اس کلام سے:

قوم وقع الموضوع فی حدیثهم ولم یتعمد الوضع کمن یغلط فیضیف الی النبی ﷺ کلام بعض الصحابة او غیرهم. (۱)

واضعینِ حدیث میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے کلام میں بے ارادہ موضوع احادیث شامل ہوگئیں، جیسے وہ شخص جس نے غلطی سے رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی صحابی وغیرہ کا کلام منسوب کردیا۔

علامہ سیوطیؒ کی ایک عبارت سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے:

واکثر ما یقع الوضع للمغفلین و المخلطین و السیئ الحفظ بعزو کلام غیر النبی ﷺ الیه. (۲)

☆ کسی حدیث کو موضوع کہنا ماہرین علم حدیث کا کام ہے، اس کتاب میں جن مروجہ احادیث کو موضوع یا بے اصل کہا گیا ہے ان محدثین کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے، اس لئے فیصلۂ وضع کو نقل کرنے کے بعد منقول عنہ کا حوالہ دینے پر اکتفا کیا ہے، موضوع ہونے کا سبب حوالوں سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

☆ اس کتاب میں احادیث کو موضوع کہنے میں بڑے احتیاط سے کام لیا گیا ہے، چنانچہ کسی ایک کتاب کو دیکھنے پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ ایک ایک حدیث کے لئے

(۱) تنزیه الشریعة ۱۵/۱. (۲) الحاوی للفتاوی ۹/۲.

بقدر وسعت کئی کئی کتابوں کی ورق گردانی کی گئی ہے، کتنی حدیثیں ایسی ہیں جن کو اس کتاب میں اس لئے نہیں لیا گیا کہ اس کے موضوع ہونے میں کسی ایک عالم کو اختلاف تھا، چاہے وہ عالم یا محدِّث متساہل ہی کیوں نہ ہو، اور جہاں ایسی مختلف فیہ احادیث داخل کی گئی ہیں وہاں اختلاف ذکر کردیا گیا ہے، اور ان کے بیان کرنے کا مقصد پہلے بیان کردیا گیا ہے، اور اس بات کی مکمل کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غیر موضوع کو موضوعات کی فہرست میں نہ لکھ دیا جائے اگر چہ کوئی موضوع روایت اس احتیاط کی وجہ سے شامل کرنے سے رہ جائے، تاکہ ہر کوئی بغیر تردد کے ان موضوعات سے بچنے اور بچانے کی کوشش کرے۔

☆ کبھی کوئی لمبی حدیث موضوع ہوتی ہے، لیکن اس کا کوئی جزء کسی معتبر حدیث سے ثابت ہوتا ہے، ایسے موقع پر ثابت شدہ جزء کی نشاندہی کردی گئی ہے، یا کسی موضوع حدیث کے قریب المعنی کوئی معتبر روایت صحیح سند سے ثابت ہوتی ہے وہاں اس صحیح روایت کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا ہے۔

☆ عاجز نے مکمل احتیاط سے کام لیا ہے لیکن کوئی انسان غلطی سے محفوظ رہنے کا دعوی نہیں کرسکتا ہے، اس لئے احتیاط کے باوجود عاجز سے بھی غلطی ممکن ہے، اس لئے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ غلطی معلوم ہونے پر عاجز کو ضرور مطلع فرمائیں، جزاکم اللہ خیراً۔

نزول الٰہی

☆اذا اراد الله ان ینزل الی السماء الدنیا نزل عن عرشه بذاته.

ترجمہ: جب اللہ تعالی آسمان دنیا پر آنا چاہتے ہیں تو عرش سے اتر کر بذات خود آتے ہیں۔

تحقیق: ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے۔(۱)

پہلے آسمان پر آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی خاص رحمت بندوں سے قریب ہوتی ہے، اور اللہ تعالی بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالی کسی اور جگہ تھے، پھر وہاں سے پہلے آسمان پر آئے۔

فائدہ: اللہ تعالی کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عام طور سے ظاہری مطلب لیا جاتا ہے، چنانچہ مکتب کے اساتذہ بچوں کو مختلف سوالات کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کہاں ہیں؟ کیا اللہ تعالی ہمارے گھر میں ہیں؟ کیا ہمارے مدرسے میں ہیں؟ کیا وہاں ہیں؟ کیا یہاں ہیں؟ وغیرہ، بچے ہر سوال کے جواب میں کہتے ہیں: جی ہاں موجود ہیں، اسی مکتب کی تربیت سے عاجز ایک مدت تک یہی سمجھتا رہا کہ اللہ تعالی حقیقتا ہر جگہ موجود ہیں، اور جس طرح ہوا انسان کو محیط ہے اسی طرح اللہ تعالی بھی اپنی ذات سے بندوں کو محیط ہیں، اور جس طرح انسان کی حرکت سے ہوا متحرک ہوتی ہیں اللہ تعالی کی بھی یہی شان ہوگی نعوذ باللہ، یہ میرے بچپن کے خیالات تھے، لیکن جب حقیقت کا علم ہوا تب اپنی پرانی غلطی کا احساس ہوا،

(۱) الاسرار المرفوعة ص ۱۱۲.

حقیقت میں حاضر و ناظر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی ہر چیز کو جاننے والے ہیں، ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں، یعنی اپنے علم و قدرت سے تمام مخلوقات کو محیط ہیں، یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں اللہ تعالی کی ذات ہمارے پاس موجود ہیں۔

عاجز کی درخواست ہے کہ مکتب کے اساتذہ سوالات کا انداز بدلیں، سوالات اس انداز سے کریں جو حاضر و ناظر کے صحیح مفہوم کا غماز ہو، مثلا اللہ تعالی ہمیں دیکھ رہے ہیں؟ کیا اللہ تعالی رات کے اندھرے میں، گھر کے کونے میں، لحاف کے اندر ہمیں دیکھتے ہیں؟ کیا اللہ تعالی کو ہمارا کھانا پینا، سونا اٹھنا، دیکھنا سننا اور غور و فکر کرنا معلوم ہے؟ وغیرہ، اس سے ان شاء اللہ حاضر و ناظر کی صحیح تصویر ذہن میں جمے گی۔

مسئلہ: اگر کوئی اللہ تعالی کو حاضر و ناضر اس عقیدے سے کہتا ہے کہ اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے، ہر جگہ حاضر ہے تو یہ موجب کفر ہے۔(۱)

فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے **فلو قال از خدا هیچ مکان خالی نیست یکفر** اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالی سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو وہ کافر ہوجائے گا۔(۲)

چند احادیث قدسیہ

☆کنتُ کنزاً مخفیاً لا اعرف فاحببتُ ان اعرف فخلقت الخلق.

ترجمہ: میں چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو پس میں نے کائنات کو پیدا کیا۔

(۱) فتاوی یوسفیہ ۱/۱۷۴۔ (۲) فتاوی یوسفیہ بحوالہ ہندیہ ۲/۲۵۹۔
(۳) فتاوی یوسفیہ ۱/۴۵۴۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۱)

☆**مَا وسعَنِی ارضی ولا سمائِیُ ولٰکِنُ وسعنی قلبُ عبدِیُ المؤمنِ.**

ترجمہ: میری گنجائش نہ میری زمین میں ہوسکی نہ میرے آسمان میں ہوسکی، لیکن میں میرے مؤمن بندے کے دل میں سمایا۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۲)

☆**انا عند المنکسرة قلوبهم من اجلی.**

ترجمہ: میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے رہتے ہیں۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۳)

☆**ان الله تعالی اوحی الی داودؑ یا داود ! انک ترید وارید وانما یکون ما ارید فان سلمت لما ارید کفیتک ما ترید وان لم تسلم ما ارید اتعبتک فیما ترید ثم لا یکون الا ما ارید .**

ترجمہ: اللہ تعالی نے حضرت داودؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اے داود ایک تیری خواہش ہے اور ایک میری چاہت ہے، اور ہوگا وہی جو میری چاہت ہے،

(۱) المقاصد الحسنة ۳۲۷، الاسرار المرفوعة ص۲۶۹، السلسلة رقم ج۱۲ الحديث ۶۰۲۳، تذكرة الموضوعات ص۱۱، كشف الخفاء ص۱۵۵. (۲) الاسرار المرفوعة ص۳۰۱، السلسلة ج۱۱ رقم الحديث ۵۱۰۳، المقاصد الحسنة ص۳۷۳. (۳) الاسرار المرفوعة ص۱۳۷، المقاصد الحسنة ص۹۶، كشف الخفاء ۲۳۴/۱.

پس اگر تو میری چاہت کے سامنے سر تسلیم خم کرے گا تو میں تری خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہوجاؤں گا، اور اگر میری چاہت کے سامنے نہیں جھکا تو تجھے تیری خواہشات کے پیچھے تھکاؤں گا پھر ہوگا تو وہی جو میرا ارادہ ہوگا۔

تحقیق: احیاء العلوم میں اس کو بیان کیا ہے، اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ثابت نہیں ہے، (یہ اسرائیلی روایت معلوم ہوتی ہے، بعض حضرات اس کو رسول اللہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں جو صحیح نہیں ہے)

☆**اذا اردتُ ان اخربَ الدنيا بدأتُ ببيتی فخربته ثمَّ اخرب الدنيا.**

ترجمہ: جب میں دنیا کو تباہ کرنے کا ارادہ کروں گا تو ابتدا میرے گھر سے کروں گا چنانچہ اس کو تباہ کر کے دنیا کو ویران کروں گا۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۱)

حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر جانا

☆**ان ادریس علیہ السلام کان صدیقا لملک الموت** الخ

ترجمہ: حضرت ادریس علیہ السلام ملک الموت کے دوست تھے انہوں نے ملک الموت سے جنت اور جہنم دکھانے کی درخواست کی، ملک الموت ان کو لے کر آسمان پر گئے اور انہیں جہنم دکھائی، حضرت ادریس علیہ السلام جہنم دیکھ کر گھبرا گئے، قریب تھا کہ بے ہوش ہوجاتے تے ملک الموت نے ان کی طرف متوجہ ہوکر کہا، کیا دیکھ چکے؟ حضرت ادریس علیہ السلام نے کہا جی ہاں دیکھ لیا، آج کے جیسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا، پھر

(۱) الاسرار المرفوعة ص۱۱۲، كشف الخفاء ۳۰۷/۱، تذكرة الموضوعات للفتنی ص۷۵.

ان کولیکر گئے اور جنت دکھائی، حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے، کچھ وقت کے بعد ملک الموت نے کہا کہ چلئے، آپ نے جنت بھی دیکھ لی، حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں جنت میں داخل ہونے کے بعد نہیں نکلوں گا ،ملک الموت سے کہا گیا کہ کیا آپ نے ان کو جنت میں داخل نہیں کیا تھا؟ اب انہیں وہی رہنے دو کیوں کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی نکالا نہیں جاتا۔

تحقیق: یہ روایت نا قابل اعتماد ہے، اس میں ایک راوی ابراہیم بن عبد اللہ بن خالد المصیصی کے متعلق علماء نے جرح کی ہے، علامہ ذہبیؒ نے اس کو کذاب کہا ہے، اور حاکم نے کہا ہے کہ اس کی روایتیں موضوع ہیں۔(۱)

فائدہ: مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

بعض روایات میں جو ان (ادریسؑ) کا آسمان پر اٹھانا منقول ہے ان کے متعلق ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے **هذا من اخبار كعب الاحبار الاسرائيليات و في بعضه نكارة** یہ کعب احبار کی اسرائیلی روایات میں سے ہے، ان میں سے بعض میں نکارت اور اجنبیت ہے، اور قرآن کریم کے الفاظ بہر حال اس معاملہ میں صریح نہیں کہ یہاں رفعت درجہ مراد ہے یا زندہ آسمان میں اٹھایا جانا مراد ہے، اس لئے ان کا رفع الی السماء قطعی نہیں، اور تفسیر قرآن اس پر موقوف نہیں۔(۲)

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا ذکر

اسرائیلی روایات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض کے متعلق مبالغہ آمیز روایتیں درج ہیں اور ان میں ایسے امراض کا انتساب کیا گیا ہے جو باعث نفرت

(۱) تنزیه الشریعة ۲۲/۱، السلسلة ج۱ رقم الحدیث ۳۳۹. (۲) معارف القرآن ۴۲/۶۔

سمجھے جاتے ہیں، اور جن کی وجہ سے ایسے مریض انسان سے بچنا ضروری سمجھا جاتا ہے، مثلاً جذام یا پھوڑے پھنسیوں کا اس حد تک پہنچ جانا کہ بدن گل سڑ جائے اور بدبو سے نفرت پیدا ہونے لگے، ان روایات کو نقل کرنے کے بعد بعض مفسرین نے یہ اشکال پیدا کیا کہ نبی کو ایسا مرض لاحق نہیں ہوتا جو انسانوں کی نگاہوں میں باعث نفرت ہو، اور اس کی وجہ سے وہ مریض سے دور بھاگتے ہوں اس لئے کہ یہ نبوت کے مقصد تبلیغ وارشاد کے منافی ہے اور رشد وہدایت کے لئے رکاوٹ کا باعث ہے، پھر اس کے دو جواب دیئے، ایک یہ کہ شاید یہ مرض حضرت ایوب علیہ السلام کو نبوت سے پہلے لاحق ہوا ہو اور مصیبت وآزمائش پر صبر وشکر کے بعد جب ان کو شفا عطا ہوئی تب منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا ہو، اور دوسرا جواب یہ کہ اسرائیلی روایات غیر مستند اور مبالغہ آمیز ہیں اور قرآن عزیز اور احادیث رسول میں اس کے متعلق کوئی تفصیل موجود نہیں ہے، لہذا نہ اشکال پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کے جواب کی ضرورت باقی رہتی ہے، محققین کی رائے یہی ہے اور یہی صحیح اور درست ہے، اور جب کہ قرآن عزیز نے مرض کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی اور تمام ذخیرۂ حدیث اس کے ذکر سے خالی ہے تو اسرائیلی روایات پر بحث قائم کرنا فضول اور لغو ہے۔(۱)

مذکورہ اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں (۱) قرآن وحدیث میں بیماری کا کوئی ذکر نہیں ہے (۲) اسرائیلی روایتوں میں جو تفصیل مذکور ہے وہ مبالغہ آمیز ہے، اور منصب نبوت کے خلاف ہے جس پر کسی حال میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

☆**قیل للنبی ﷺ ان عیسی علیہ السلام یقال انه مشی علی**

(۱) قصص القرآن، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ص۲/۵۶۱۔

الماء فقال ﷺ لو ازداد يقينا لمشى على الهواء.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ عیسی علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پانی پر چلے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان کا یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۱)

اس امت میں آنے کے لئے انبیاء کی دعا

تمام انبیاء نے حضور اقدس ﷺ کا امتی ہونے دعا کی ہے (بعض مقررین سے یہ بھی سنا گیا کہ کسی کی دعا قبول نہیں ہوئی سوائے عیسی علیہ السلام کے، لہذا وہ قیامت کے قریب امتی بن کر تشریف لائیں گے)

تحقیق: اس کے متعلق کوئی حدیث نہیں ہے، البتہ حضرت موسی علیہ السلام کے متعلق یہ منقول ہے، عمدۃ القاری اور فیض القدیر کی ایک عبارت سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے، ان دو کتابوں میں ایک سوال اٹھایا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے ہی کیوں نمازوں میں کمی کی درخواست کرنے کی طرف توجہ دلائی، دوسرے انبیاء نے کچھ بھی اس کی طرف توجہ نہیں کی؟ اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جب موسی علیہ السلام نے اس امت کی افضلیت کو دیکھا تو دعا کی تھی **اللهم اجعلنى من امة محمد** اے اللہ مجھے محمد ﷺ کی امت میں سے بنا، پس ان کا اس امت کی فکر کرنا ایسا ہے جیسا کہ قوم کا ہی ایک آدمی اپنی قوم کی فکر کرے (گویا اس دعا سے موسیٰ کا ایک خاص تعلق اس امت سے معلوم ہوتا ہے، اسی

(۱) المغنى عن حمل الاسفار ۱۰۲۲

تعلق کی بنا پر اس امت کی فکر فرمائی) اس جواب کا منشا یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس امت کے ساتھ خصوصی نسبت حاصل ہے اور اس خصوصی نسبت کی دلیل یہ دعا ہے اس دعا کو خصوصیت کے لئے دلیل بنانا اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ یہ دعا دوسرے انبیاء سے مروی نہیں ہے۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ کے متعلق

☆ **كنت نبيا و آدم بين الماء و الطين.**

ترجمہ: میں اس وقت نبی بن گیا تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

☆ **كنت نبيا و لا آدم و لا ماء و لا طين.**

ترجمہ: میں اس وقت نبی تھا جبکہ نہ آدم علیہ السلام تھے اور نہ پانی اور مٹی۔

تحقیق: ان دونوں روایتوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۲)

فائدہ: ترمذی کی ایک روایت ہے **متى كنت نبيا؟ قال و آدم بين الروح والجسد**، ترجمہ: حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کب سے نبی (بنائے گئے) تھے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں اس وقت نبی بنایا گیا تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان تھے۔

☆ **مضٰى عهد النوم يا خديجةُ.**

(۱) عمدةالقارى (كتاب الصلاة، باب كيف فرضت الصلوات فى الاسراء)، فيض القدير، رقم الحديث ۵۸۴۵.

(۲) الاسرار المرفوعة ص ۲۶۸، المقاصد الحسنة ص ۳۲۷، كشف الخفاء ص ۱۵۵.

ترجمہ: اے خدیجہ! اب آرام کے دن چلے گئے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۱)

مذکورہ روایت میں نے ایک تبلیغی بھائی سے گشت کے دن آخری بات میں سنی تھی۔

☆كانَ النَّبيُّ ﷺ اذا قام يُصلّي ظَنَّ الظانُّ انه جسدٌ لا روحَ لهُ .

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دیکھنے والا یہ گمان کرتا کہ یہ بے جان جسم ہے۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۲)

☆في ليلة من الليا لى سقطت من يد عائشةؓ ابريتها ففقدت فالتمستها ولم تجد فضحك النبي ﷺ فخرجت لمعة اسنانه فاضاء ت الحجرة و رأت عائشةؓ بذلك الضوء الابرة.

ترجمہ: کسی رات حضرت عائشہؓ کے ہاتھ سے سوئی گر گئی اور گم ہوگئی، اس کو تلاش کیا لیکن نہ ملی، پھر حضور اقدس ﷺ ہنسے، آپ کے ہنسنے پر دندان مبارک سے ایسی چمک نکلی جس سے پورے کمرے میں اجالا پھیل گیا، اور حضرت عائشہؓ نے اس روشنی میں سوئی کو دیکھ لیا۔

(۱) تخريج الاحاديث اوآثار كتاب ـ في ظلال القرآن ـ (سورة المزمل)

(۲) تنزيه الشريعة ۲/ ۷۹، الفوائد المجموعة ص۴۸، تذكرة الموضوعات ص۳۸

تحقیق: یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ (۱)

☆ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجھے تین چیزیں پسند ہیں، خوشبو، عورتیں، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (یہاں تک تو ٹھیک ہے)

کچھ روایتوں میں اس کے بعد خلفاء کی اپنی اپنی پسند کا بیان ہے، ہر ایک نے باری باری اپنی تین محبوب چیزوں کا تذکرہ کیا ہے، پھر اس کے بعد جبریل علیہ السلام، اور سب کے اخیر میں اللہ تعالی نے اپنی تین پسندیدہ چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

اس کے بارے میں حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

ولا يصح من ذلك شيئ بل تكاد لا توجد بسند صحيح و لا حسن و لا ضعيف.

ترجمہ: مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز بھی صحیح طور پر ثابت نہیں ہے، بلکہ صحیح، حسن اور ضعیف کسی بھی سند سے اس کا ملنا مشکل ہے۔ (۲)

☆المعرفة رأس مالي والعقل اصل ديني والحب اساسي والشوق مركبي وذكر الله انيسي والثقة كنزي والحزن رفيقي والعلم سلاحي والصبر ردائي والرضا غنيمتي والعجز فخري والزهد حرفتي واليقين قوتي والصدق شفيعي والطاعة حَسَبِيُ والجهاد خلقي وقرة عيني في الصلوة.

ترجمہ: معرفت میری اصل پونجی ہے، اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے،

(۱) الآثار المرفوعة ص۱۰۳.(۲) اللآلی المنثوره ۳۷۴.

اور محبت میرا سرمایہ ہے، اور شوق میری سواری ہے، اور اللہ کا ذکر میرے لئے انسیت کا سامان ہے، اور اعتماد میرا خزانہ ہے، اور غم میرا ساتھی ہے، اور علم میرا ہتھیار ہے، اور صبر میری چادر ہے ، اور رضا میری غنیمت ہے، اور عاجزی میرا فخر ہے، اور زہد میرا پیشہ ہے، اور یقین میری خوراک ہے، اور سچائی میرا شفیع ہے، اور طاعت میرے لئے خاندانی شفافت کے برابر ہے، اور جہاد میری عادت ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے، قاضی عیاض نے شفا میں بغیر سند کے اس کو ذکر کیا ہے، علامہ سیوطیؒ نے وسعت نظر اور تساہل کے باوجود اس کو موضوع کہا ہے، علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ وضع کے آثار اس میں نمایاں ہیں، اور علامہ طرابلسیؒ نے بھی بعض محدثین کے حوالے سے اس کو موضوع کہا ہے۔

ایک بڑے عالم دین کے مختلف بیانات اسی حدیث پر ہوئے ہیں ، پھر ان کا مجموعہ شائع کیا ہے، لیکن عاجز بصد احترام کہتا ہے کہ یہ تساہل کسی حال میں جائز نہیں ہے۔ (۱)

☆**انا خاتم النبیین لا نبیَّ بعدی الا ان یشاء اللّٰہ.**

ترجمہ: میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

تحقیق: **الا ان یشاء اللہ** (مگر یہ کہ اللہ چاہے) کی زیادتی موضوع ہے، کسی جھوٹے نبی کی زیادتی ہے۔ (۲)

(۱) المغنی ۱۱٦۳، مناهل الصفا ۸۵، الفوائد المجموعة ٤۱۳ ، اللؤلؤ المرصوع ۱۷۰، تذکرة الموضوعات۸٦. (۲) اللآلی المصنوعة ۱/ ۲٦٤، تنزیه الشریعة ۱/ ۳۲۱.

☆**لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیه ملکٌ مقربٌ و لا نبیٌّ مرسلٌ.**

ترجمہ: میرا اللہ تعالی کے ساتھ ایک وقت ہے جس میں کسی مقرب فرشتے اور کسی بھیجے گئے نبی کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

حکم: یہ حدیث نہیں ہے۔ (۱)

☆**الفقر فخری و به افتخر.**

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے، اور اسی پر میں فخر کرتا ہوں۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ (۲)

☆**اوتیت (علمت) علم الاولین و الاخرین .**

ترجمہ: مجھے اگلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا۔

تحقیق: حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں کہ اب تک ایسی کوئی حدیث نظر سے نہیں گذری۔ (۳)

☆روایت ہے کہ آپ ﷺ قضائے حاجت سے واپس آتے تھے تو وہاں فضلی باقی نہیں رہتا تھا، یہ سرتاپا موضوع ہے۔ (۴)

حضرت جابر کی ایک لمبی روایت میں ہے کہ میں نے حضور کے استنجا سے فارغ ہونے کے بعد جا کر دیکھا تو وہاں کچھ نہ پایا۔

(۱) الاسرار المرفوعة ص ۲۹۱، المقاصد الحسنة ص۳۵٦، کشف الخفاء ۲/ ۲۰۲.

(۲) المقاصد الحسنة ص ۳۰۰، الاسرار المرفوعة ص۲۵٤، تذکرة الموضوعات ص ۱۷۸.

(۳) اللآلی المنثوره ۳۳٦. (۴) سیرۃ النبی ﷺ ۳/ ۴۱۹۔

تنزیہ الشریعہ میں ابن عراقؒ نے اس کو روایت کو نقل کرنے کے بعد میزان کے حوالے سے ہے کہ اسحاق بن الصلت بہت ہی نکارت والی احادیث بیان کیا کرتا ہے، اور علامہ سیوطیؒ پر تنقید کی ہے کہ انہوں نے الخصائص میں موضوعات کے داخل نہ کرنے کا التزام کیا ہے، اور اس کو موضوع کہنے کے باوجود وہاں نقل کردیا ہے، ابن عراقؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے کسی جگہ اس کو موضوع لکھا ہے۔(۱)

☆جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو ابر کا ایک ٹکڑا آیا اور آپ ﷺ کو اٹھا کر لے گیا، اور ایک منادی نے آواز دی کہ محمد کو ملکوں ملکوں پھراؤ، اور سمندروں کی تہوں میں لے جاؤ، ان کو آدم علیہ السلام کا خلق، شیث علیہ السلام کی معرفت، نوح علیہ السلام کی شجاعت، ابراہیم علیہ السلام کی دوستی، اسماعیل علیہ السلام کی زبان، اسحاق علیہ السلام کی رضا، صالح علیہ السلام کی فصاحت، لوط علیہ السلام کی حکمت، موسیٰ علیہ السلام کی سختی، ایوب علیہ السلام کا صبر، یونس علیہ السلام کی طاعت، یوشع علیہ السلام کا جہاد، داؤد علیہ السلام کی آواز، دانیال علیہ السلام کی محبت، الیاس علیہ السلام کا وقار، یحییٰ علیہ السلام کی پاک دامنی، اور عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کرو، اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں ان کو غوطہ دو۔

یہ ایک حدیث کا حصہ ہے جو بیان میں سنا گیا ہے، اس حدیث کے متعلق حافظ قسطلانی نے تصریح کردی ہے کہ اس میں سخت نکارت ہے۔(۲)

☆حضرت عبداللہ سے شادی نہ ہونے کے غم میں دوسو عورتوں نے جان دے دی۔(۳)

(۱)تنزیہ الشریعہ ۳۳۸/۱. (۲)سیرۃ النبی ﷺ ۳/۴۰۷۔(۳)سیرۃ النبی ﷺ ۳/۴۰۱۔

☆جب آپ ﷺ کی ولادت کا وقت آیا تو سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا، دنیا کی تمام عورتوں کو یہ رعایت ملی کہ وہ فرزند نرینہ جنیں۔

یہ تمام تر بے سند اور موضوع ہے۔(۱)

☆فرشتے آپ کا گہوارا ہلاتے تھے۔

کسی قدیم ماخذ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔(۲)

اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو عالم نہ ہوتا

☆**لولاک لما خلقت الافلاک.**

ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے، البانی نے اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ ملا علی قاریؒ کا یہ دعوی کہ ''یہ الفاظ تو موضوع ہیں البتہ اس کا معنی ثابت ہے، دوسری احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے'' صحیح نہیں ہے، کیوں کہ کوئی حدیث اس بارے میں معتبر نہیں ہے۔ (۳)

☆**لولاک ما خلقت الدنیا**

ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔ (٤)

☆**لولا محمدٌ ما خلقت آدم و لولا محمدٌ ما خلقتُ**

(۱)سیرۃ النبی ﷺ ۳/۴۰۳۔ (۲)سیرۃ النبی ﷺ ۳/۴۰۸۔ (۳)تذکرۃ الموضوعات ص۸٦، الاسرار المرفوعة ص۲۸۸، السلسلة ج۱ رقم الحديث ۲۸۲، الفوائد المجموعة ص ٤۱۱.

(٤) اللآلی المصنوعة ۲۸۲/۱، تنزيه الشريعة ۳۲٥/۱.

الجنةَ و لا النارَ .

ترجمہ: اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے، اس کے بارے میں حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں **اظنہ موضوعا** کہ میرے گمان میں یہ حدیث موضوع ہے، اور ابن حجر نے ان سے اتفاق کیا ہے۔

☆**لو لا محمد لما خلقتک.**

ترجمہ: اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں آپ (آدم) کو پیدا نہ کرتا۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے، ذہبیؒ نے مستدرک کی تعلیقات میں اس کو موضوع کہا ہے، اور میزان میں لکھا کہ یہ خبر باطل ہے، اور ابن حجرؒ نے ان سے موافقت کی ہے، ابن قیم جوزیؒ نے ابن تیمیہ سے اس کا موضوع ہونا نقل کیا ہے، اور خود ان سے اتفاق کیا ہے۔

تحقیق: یہ آخری تین روایتیں حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب دامت برکاتہم کی کتاب سے نقل کی گئی ہیں، ان روایتوں کے ذکر کے بعد حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ یہ روایت محدثانہ حیثیت سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی، مگر ملا علی قاریؒ کے سامنے چونکہ ان روایات کی اسانید نہیں ہیں اس لئے انہوں نے حسن ظن کرتے ہوئے حدیث مشہور کی صحت کا دعوی کر دیا، اور جن حضرات نے بھی صحت کا دعوی کیا ہے ان کو بھی یہی صورت پیش آئی ہے، یا

پھر ملا علی قاریؒ پر اعتماد کیا ہے۔ (اللآلی المنثورہ ۴۵۸)

فائدہ: مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ ”وجود عالم سرور دو عالم کے صدقے میں ہے“ یہ بات ثابت نہیں ہے، کسی آیت یا حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے، اور جتنی بھی روایتیں ہیں ان میں سے ایک بھی لائق اعتماد نہیں ہے۔

ابن نجیمؒ **البحر الرائق** میں تحریر فرماتے ہیں:

لو لا نبینا لم یخلق آدم علیہ السلام و هو خطأ. (۱)

اگر ہمارے نبی ﷺ نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوتے یہ کہنا غلطی ہے۔

علامہ شامیؒ **منحة الخالق** میں فرماتے ہیں:

و فی جواهر الفتاوی هل یجوز ان یقال لو لا نبینا محمد ﷺ لما خلق الله تعالی آدم قال هذا شیئ یذکره الوعاظ علی رؤوس المنابر یریدون به تعظیم محمد ﷺ و الاولی ان یحترزوا عن امثال هذا فان النبی ﷺ وان کان عظیم المنزلة و المرتبة عند الله تعالی کان لکل نبی من الانبیاءؑ منزلة و مرتبة و خاصیته لیست لغیره فیکون کل نبی اصلا بنفسه. (۲)

جواہر الفتاوی میں لکھا ہے کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ ”اگر ہمارے نبی ﷺ نہ ہوتے تو آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوتے“؟ انہوں لکھا ہے کہ اس قسم کی باتیں واعظین برسر منبر کہا کرتے ہیں، ان مقصد رسول اللہ ﷺ کی برتری دکھانا ہوتا ہے، لیکن ایسی باتوں

(۱) فتاوی یوسفیہ بحوالہ البحر الرائق ۱۲۱/۵. (۲) فتاوی یوسفیہ بحوالہ منحة الخالق ۱۳۱/۵.

سے احتراز اولی ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ بڑے درجے اور مرتبے کے حامل ہیں تو دوسرے انبیاء کا بھی اللہ تعالی کے یہاں مستقل مرتبہ اور درجہ ہے، اور یہ مرتبہ کسی غیر کے سبب سے نہیں ہے، پس ہر نبی ایک مستقل خداداد مقام رکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے دعا کرنا

☆لما اقترف آدم الخطيئة قال يا رب اسئلك بحق محمد لما غفرت لی فقال الله يا آدم و كيف عرفت محمدا و لم اخلقه؟ قال يا رب لما خلقتنی بيدک و نفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأيت علی قوائم العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق اليک فقال الله صدقت يا آدم انه لاحب ا لخلق الی ادعنی بحقه فقد غفرت لک ولو لا محمد ما خلقتک.

ترجمہ: جب آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی، اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے آدم! آپ نے محمد کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی ان کو پیدا بھی نہیں کیا، آدم علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار! جب آپ نے مجھے پیدا کیا، اور مجھ میں روح ڈالی اس وقت میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو عرش کے کے ستونوں پر لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا ہوا دیکھا، پس میں نے جان لیا کہ آپ نے اپنے محبوب ترین بندے کا نام آپ کے ساتھ ملایا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا، بلا شبہ وہ تمام مخلوقات میں مجھے زیادہ محبوب ہے، تم ان کے

وسیلے سے دعا کیا کرو، (چونکہ تم نے ان کے وسیلے سے دعا کی ہے اس لئے) میں نے تمہیں معاف کر دیا، اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

حکم: یہ روایت موضوع ہے، شیخ البانیؒ نے اس کو موضوع لکھا ہے، اور شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے حافظ ذہبیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے (۱)، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرنا بھی وارد ہوا ہے، حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، پھر لکھا ہے کہ جب یہ پوری روایت موضوع ہے تو پھر بحق محمد تک کا صحیح ماننا بھی بلا دلیل ہے، اور کلمات (یعنی جن کلمات سے آپ کی معافی ہوئی) کی صحیح اور معتبر تفسیر یہ ہے کہ اس سے ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ مراد ہے (۲)۔

ایک صحابی کا حضور ﷺ سے بدلہ لینے کے لئے کھڑا ہونا

☆معاشر المسلمين ! من كانت له من قبلی مظلمة فليقم فليقتص منی قبل القصاص فی القيامة الخ.

ترجمہ: جب اذا جاء نصر الله و الفتح پوری سورت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل! آپ نے میرے موت کی خبر دے دی، جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے، اور آپ کو آپ کا رب اتنا نوازے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، اذان سن کر مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد میں آ گئے، آپ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان

---

(۱) السلسله ۲۷/۱ رقم الحديث ۲۵، اليواقيت الغاليه ۱۷۷/۱. (۲) امداد الاحکام ۲۹۹/۱۔

کرنے کے بعد ایسا خطبہ دیا کہ جس سے دل خوفزدہ اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں، پھر فرمایا کہ اے لوگوں میں تمہارے لئے کیسا نبی ثابت ہوا، حاضرین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) اللہ تعالی آپ کو بہترین نبی ہونے کا اچھا بدلہ مرحمت فرمائیں، آپ ہمارے پاس مہربان باپ اور خیر خواہ اور مشفق بھائی کی طرح رہے، آپ نے اللہ کے پیغامات اور اسکی وحی کو ہم تک پہچانے کا حق ادا کردیا، اور آپ نے لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اللہ کی طرف بلایا، پس اللہ تعالی ہماری طرف سے اس سے بہتر بدلہ نصیب فرمائیں جو کسی نبی کو انکی امت کی طرف سے ملا ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں! میں تمہیں اللہ کی اور جو حق میرا تم پر ہے اسکی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری طرف سے تم میں سے کسی پر بھی ظلم ہوا ہو وہ قیامت میں بدلہ لئے جانے سے پہلے آج ہی بدلہ لے لے، جب بار بار یہ جملہ ارشاد فرمایا تو ایک بڑی عمر کے صحابی ؓ کھڑے ہوئے جن کا نام عکاشہ تھا، اور مسلمانوں کے بیچ میں سے نکل کر حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اگر آپ بار بار ہمیں اللہ کی قسم نہ دیتے تو میں ہرگز آپ کے سامنے یہ قدم نہ اٹھاتا، میں آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا، جب اللہ نے ہمکو فتح عطا فرمائی اور اس نے اپنے نبی ﷺ کی مدد کی اور ہم غزوہ سے واپس ہوئے تو میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے برابر ہوگئی، تب میں نیچے اتر کر آپ سے قریب ہوا تا کہ آپ کی ران مبارک پر بوسہ دینے کا شرف حاصل کروں تو آپ نے لکڑی اٹھا کر میرے پہلو پر دے ماری، مجھے پتہ نہیں کہ آپ نے جان کر مجھے مارا تھا یا اونٹنی کو مارتے ہوئے مجھے لگ گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی پناہ کہ اللہ کا رسول جان کر کسی کو مارے،

اے بلال! فاطمہؓ کے گھر جاؤ اور لکڑی لے آؤ، لکڑی لائی گئی اور عکاشہ ؓ کے ہاتھ میں دی گئی اس وقت حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ، حضرت علی ؓ، اور حضرت حسن ؓ اور حسین ؓ نے بالترتیب اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر بدلہ لئے جانے کے لئے پیش کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے سب کو بٹھا دیا، پھر عکاشہ ؓ سے فرمایا کہ بدلہ لے لو، عکاشہ ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب آپ نے مجھے مارا تھا تب میرا بدن کھلا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اپنا پیٹ کھول دیا، یہ دیکھ کر مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں، جب عکاشہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پیٹ کی سفیدی (جو گویا حسن کی تصویر تھی) کو دیکھا تو بے اختیار ہو کر آپ ﷺ کے مبارک پیٹ کو بوسہ دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس کی طاقت ہے جو آپ سے بدلہ لے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مارو یا پھر معاف کرو، عکاشہ ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اللہ تعالی کی طرف سے معافی کی امید پر میں آپ کو معاف کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا دل چاہے کہ جنت میں میرے ساتھ رہنے والے کو دیکھے تو وہ ان بزرگ کو دیکھ لے، یہ سنتے ہی مسلمان کھڑے ہو کر عکاشہ ؓ کو بوسہ دینے لگے، اور کہتے جاتے تھے کہ تمہیں مبارک ہو، تمہیں مبارک ہو، تمہیں تو بلند درجات اور رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگئی۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆ جس سال ہمارے نبی ﷺ پیدا ہوئے اس سال دنیا میں کوئی لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔

---

(١) اللآلي المصنوعه ٢٧٩/١، الآثار المرفوعة ص٩٦.

تحقیق: یہ روایت چوتھی صدی کے عمرو بن قتیبہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، قسطلانی نے لکھا ہے کہ عمرو بن قتیبہ مطعون ہے، حافظ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے، قتیبہ سے آگے سند کا کوئی ذکر نہیں، تین، ساڑھے تین صدیوں تک اس روایت کو بیان کرنے والا کوئی نہیں ملتا۔ اسی لئے سید سلیمان ندویؒ نے اس کو موضوع کہا ہے۔(۱)

☆ جب حضرت عبداللہ کی شادی ہوئی تو دوسو عورتوں نے غم میں جان دے دی۔

تحقیق: یہ روایت بے سند ہے۔(۲)

یعفور گدھے کے متعلق

☆لما فتح الله علی نبیه خیبر اصابه من سهمه اربعة ازواج نعال و اربعة ازواج خفاف و عشرة اواق ذهب و فضة و حمار اسود فقال للحمار ما اسمک قال یزید بن شهاب اخرج الله من ظهر جدی ستین حمارا کلهم لم یرکبه الا نبی ولم یبق من نسل جدی غیری ولا من الانبیاء غیرک وقد کنت قبلک لرجل من الیهود و کنت اعثر به عمدا وکان یجیع بطنی و یضرب ظهری فقال قد سمیتک یعفور قال اتشتهی الاتان قال لا وکان یبعث به الی باب الرجل فیأتی الباب فیقرعه

(۱) سیرۃ النبی ۳/۷۴۵۔ (۲) سیرۃ النبی ۳/۷۴۳۔

برأسه فاذا خرج الیه صاحب الدار اومأ الیه ان اجب رسول الله ﷺ فلما قبض النبی ﷺ جاء الی بئر کانت لابی الهیثم بن التیهان فتردی فیها جزعا.

ترجمہ: جب اللہ تعالی نے اپنے نبی کو خیبر فتح نصیب فرمائی تو حضور ﷺ کے حصے میں چپل کے چار جوڑے، موزوں کے چار جوڑے اور دس اوقیہ سونا چاندی اور ایک کالا گدھا آیا، حضور ﷺ نے گدھے سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ گدھے نے جواب دیا کہ یزید بن شہاب، اللہ تعالی نے میرے دادا کی پشت سے ساٹھ گدھے پیدا کیے ان سب پر صرف انبیاء نے سواری کی ہے، اب ان کی نسل میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں ہے، اور نہ انبیاء میں سے آپ کے سوا کوئی باقی ہے، اور میں آپ سے پہلے ایک یہودی کے پاس تھا، اور میں جان بوجھ کر اس کو گرا دیتا تھا، اور وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تیرا نام یعفور رکھا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا گدھی کی خواہش ہے؟ اس نے کہا نہیں، حضور ﷺ اس کو کسی آدمی کے دروازے پر (بلانے کے واسطے) بھیجا کرتے، وہ دروازے کے پاس آکر سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا، جب گھر کا مالک باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلئے، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا تو بیقراری میں ابوالہیثم بن التیہان کے کنویں میں گر پڑا۔

تحقیق: ابن جوزیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، اور علامہ سیوطیؒ اور ابن عراقؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے، البانیؒ نے بھی اس کو موضوع کہا ہے، اور ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور حافظ ذہبیؒ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ

نے ان سے اتفاق کیا ہے، ابن جوزی نے لکھا ہے کہ: یہ حدیث موضوع ہے، اللہ تعالی کی لعنت ہو اس حدیث کے گڑھنے والے پر، اس کا مقصد اسلام میں عیب پیدا کرنے اور اس سے مذاق اڑانے کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ انتھی. (۱)

اے وائے غفلت! اتنی گری پڑی روایت کے بھی قدرداں واعظ پیدا ہوئے ہیں، واللہ میرے اور سارے جہاں کے سردار آقائے مدنی ﷺ کا ظاہری و باطنی حسن ان بیہودہ روایات سے بے نیاز ہے۔

حضور ﷺ کا سایہ

☆انّ رسول الله ﷺ لم یکن یری له ظلٌّ فی شمسٍ و لا قمرٍ.

رسول اللہ ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

تحقیق: ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف ایسی روایتیں موجود ہیں جن میں حضور اقدس ﷺ کے سایۂ انور کا ذکر ہے، حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ اور حضرت انس ؓ کی احادیث میں ظلِ رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ آیا ہے۔(۲)

(سایہ والی احادیث کی اسناد و متون کو تفصیل سے جاننے کے لئے حضرت مولانا یونس صاحب کی کتاب ''نوادرالفقہ'' کی طرف رجوع کریں)

سیرۃ النبی ﷺ میں لکھا ہے: عوام میں مشہور ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا

(۱) اللآلی المصنوعة ۲۷٦/۱، تنزیه الشریعة ۳۲٦/۱، السلسلة ج۱۱ رقم الحدیث ۵٤۰۵. (۲) نوادرالفقه ص ۲۵۷.

لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔(۱)

اس سے اس بات کی وضاحت بھی ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ پڑتی تھی، اور ان لوگوں کے خیال کی تردید بھی ہوگئی جو یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر بادل ہروقت سایہ فگن رہتا تھا، ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ان الغمام کان یظل النبی ﷺ دائما ، هذا لا یوجد فی شیئ من کتب المسلمین بل هو کذب عندهم .

ترجمہ: بادل ہمیشہ رسول اللہ ﷺ پر سایہ فگن رہتا تھا، یہ روایت مسلمانوں کی کسی کتاب میں نہیں ہے، بلکہ یہ جھوٹ ہے علماء کے نزدیک۔(۲)

معراج کے متعلق

☆یا رب انک اتخذت خلیلا (و اعطیته ملکا عظیما) و کلمت موسی تکلیما الخ.

ترجمہ: معراج کی رات حضور اقدس ﷺ نے اپنے رب سے ہمکلامی کرتے ہوئے عرض کیا کہ:

اے پروردگار! آپ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل بنایا، اور ان کو ملک عظیم سے نوازا، اور آپ نے موسی علیہ السلام سے کلام فرمایا، اور ادریس علیہ السلام کو بلند مقام عطا فرمایا، اور سلیمان علیہ السلام کو ایسا ملک دیا جو ان کے بعد کسی کو میسر نہ ہوگا (اور پہاڑ، جن و انس، شیاطین اور ہواؤں کو ان کے تابع کردیا، اور داودؑ کو زبور عطا کی (اور ان کے لئے لوہے کو نرم کریا، اور پہاڑوں کو ان کے لئے مسخر کردیا، اور آپ نے عیسی علیہ السلام کو

(۱) سیرۃ النبی ﷺ ۴۱۹/۳۔ (۲) الفوائد الموضوعة للکرمی ۷۱.

تورات اور انجیل کا علم عطا کیا، اور ان کو ایسا بنایا کہ ان سے اندھے اور کوڑھی کو شفا ملتی تھی، اور وہ آپ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے، اور آپ نے ان کو اور ان کی ماں کو شیاطین سے پناہ دے دی پس شیاطین کے لئے ان تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں تھی) اے پروردگار! آپ نے میرے لئے کیا انعام رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمدؐ! جس طرح میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تمہیں بھی خلیل (اور حبیب) بنایا، اور جس طرف موسیٰ علیہ السلام سے بات کی اسی طرح تم سے بھی کلام کیا، (اور آپ پر خاص انعام یہ کیا کہ) آپ کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عطا کیں، یہ دونوں چیزیں میرے عرش کے خزانوں میں سے تھیں، یہ میں نے کسی اور نبی کو نہیں دیں، اور میں نے آپ کو سرخ و سفید اور جن و انس کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اتنی عام رسالت کے ساتھ میں نے کسی نبی کو نہیں بھیجا، اور میں نے آپ اور آپ کی امت کے واسطے زمین کے خشک و تر کو طہارت کا ذریعہ اور جائے نماز بنا دیا، اور آپ کی امت کے لئے مال فیئ کو حلال کر دیا، یہ پہلی امتوں کے لئے حلال نہ تھا، اور رعب کے ذریعہ آپ کی مدد کی حتیٰ کہ آپ کا دشمن آپ سے ایک مہینہ کی مسافت کی دوری پر بھی آپ سے ڈرتا ہے، اور میں نے آپ کو سب کتابوں سے افضل کتاب عطا کی، اور میں نے آپ کے ذکر کو بلند کیا یہاں تک کہ میرے ذکر کے ساتھ آپ کے ذکر کو ملا دیا، چنانچہ جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ میں آپ کا بھی ذکر ہوگا، (اور میں نے آپ کا سینہ کھول دیا، اور آپ سے بوجھ ہلکا کر دیا، اور آپ ذکر بلند کر دیا، پس جب بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ میں آپ کا بھی ذکر ہوگا، اور آپ کی امت کو بہترین امت بنایا جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے، اور اعتدال والی امت بنائی، اور

آپ کی امت کا خطبہ اس وقت تک درست قرار نہیں پائے گا جب تک کہ وہ آپ کے رسالت کی گواہی نہ دے، اور سب سے پہلے نبوت سے آپ کو نوازا اور سب سے اخیر میں مبعوث فرمایا)۔ (قوسین میں مختلف روایتیں جمع کی گئی ہیں)

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔ (۱)

فائدہ: معراج میں رسول اللہ ﷺ کی اپنے رب سے ہمکلامی کے متعلق ایک لمبی حدیث ہے، اس میں سے کچھ حصہ اوپر بیان کیا گیا ہے، یہ پوری روایت موضوع ہے، البتہ مال فیئ (اور مال غنیمت) کا حلال ہونا، اور آپ کی رسالت کا عام ہونا، زمین کو جائے نماز اور پاکی کا ذریعہ بنانا اور رعب سے مدد کیا جانا معتبر روایتوں سے ثابت ہیں۔

☆**قال النبی ﷺ: هممتُ ليلةَ المعراجِ انَ اخلعَ نَعليّ فسمعت النداء من قبل الله يا محمد لا تخلع نعليک تشرف السّماء بهما** الخ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات ارادہ کیا کہ اپنے جوتے اتاروں پس میں نے اللہ کی طرف سے آواز سنی کہ اے محمد جوتے مت اتارو آپ کے نعلین مبارک سے آسمان کو شرف حاصل ہوگا، میں نے کہا کہ اے رب آپ نے موسیٰؑ سے کہا تھا **اخلع نعليک انک بالواد المقدس طوى** (ترجمہ: اے موسیٰؑ! اپنے جوتے اتار دو اس لئے کہ تم مقدس وادی طوی میں ہو) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابوالقاسم! مجھ سے قریب ہو جاؤ، آپ میرے نزدیک

(۱) اللآلی المصنوعه ج ۷۵/۱، تنزیه الشریعة ۱۶۵/۱.

موسیٰ کے برابر نہیں، اس لئے کہ وہ میرے کلیم ہیں اور آپ میرے حبیب ہیں۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے، مولانا عبدالحیئ لکھنویؒ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ معراج کے متعلق بہت ساری حدیثیں وارد ہوئی ہیں لیکن کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ معراج کی رات نعلین پہنے ہوئے تھے، اور نہ عرش پر چڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ (۱)

☆ یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ ''سدرۃ المنتہی پر حضرت جبرئیلؑ یہ کہہ کر رک گئے کہ اگر میں اس سے ذرا بھی آگے بڑھا تو میں جل جاؤں گا، جس کے متعلق شیخ سعدیؒ کا یہ شعر مشہور ہے:

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

پھر رسول اللہ ﷺ تنہا آگے بڑھے'' یہ بات ثابت نہیں ہے۔ (۲)

بلکہ سدرۃ المنتہی سے آگے بڑھنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے، علامہ رضی الدین قزوینی فرماتے ہیں **واما الی ما وراء ھا (ای سدرۃ المنتھی) فانما ورد ذلک فی اخبار ضعیفۃ ومنکرۃ**.(۳)

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ کا سدرۃ المنتہی سے آگے بڑھنا یہ فقط ضعیف اور منکر روایتوں میں وارد ہوا ہے (یعنی ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچتا)۔

(۱)الآثار المرفوعۃ ص۹۲۔(۲)لم اقف علی اسنادہ بعد بحث طویل ثم تیسر لی ھذا فی الکتابین الموجودین فی المکتبۃ الشاملۃ [۱] ارشیف ملتقی اھل الحدیث [۲] سلسلۃ الاحادیث الواھیۃ و صحح حدیثك ، فالمکتوب فیھما ان ھذا الحدیث لیس بثابت ، فلیراجع ثمہ۔(۳)حاشیہ الآثار المرفوعۃ ص۹۳.

محمد اور احمد نام کے فضائل

☆**اذا کان یوم القیمۃ نادیٰ مناد یا محمد! قم فادخل الجنۃ بغیر حساب فیقوم کلّ من کان اسمہ محمدٌ ویتوھم انّ النداء لہ فلکرامۃ محمّد ﷺ لا یمنعونَ.**

ترجمہ: قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے محمد ﷺ اٹھئے اور جنت میں بغیر حساب کے تشریف لے جائیے، پس ہر وہ شخص جس کا نام محمد ہوگا وہ یہ گمان کرتے ہوئے کھڑا ہوجائے گا کہ آواز اس کو دی گئی ہے پس حضرت محمد ﷺ کے اعزاز میں ان لوگوں کو بھی جنت میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔ (۱)

☆**من ولد لہ مولودٌ فسمّاہ محمدًا تبرکًا کان ھو و والدہ فی الجنۃِ.**

ترجمہ: جس شخص کے یہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کا نام برکت حاصل کرنے کے لئے محمد رکھے تو وہ بچہ اور اس کا والد دونوں جنت میں جائیں گے۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۲)

☆ **ما من مسلمٍ دنا من زوجتہ وھو ینوی ان حبلت منہ ان یسمّیہ محمدًا الا رزقہ اللّٰہ ولدًا ذکرًا.**

(۱)اللآلی المصنوعۃ ۱۰۵/۱،تنزیہ الشریعۃ ۲۲۶/۱.

(۲) الاسرار المرفوعۃ ص۴۱۵، السلسلۃ ج۱رقم الحدیث ۱۷۱.

ترجمہ: کوئی مسلمان اپنی بیوی سے صحبت کے وقت یہ نیت کرے کہ اگر اس کی بیوی کو حمل رہ گیا تو اس کا نام محمد رکھے گا تو اللہ تعالی اس کو لڑکا دیں گے۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ (۱)

☆ احمد اور محمد نامی دو شخص کے متعلق قیامت کے دن اللہ حکم فرمائیں گے کہ ان کو جنت میں بھیج دو، ان دونوں کے پوچھنے پر اللہ تعالی فرمائیں گے کہ میرے بندو! میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ میں احمد اور محمد نامی شخص کو جہنم میں داخل نہیں کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے محمد! میں اس کو عذاب نہیں دوں گا جس کا نام تیرے نام جیسا ہوگا۔

تحقیق: یہ روایتیں موضوع ہیں، ابن عراقؒ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ محمد نام رکھنے کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے، اور حافظ ابو العباس تقی الدین حرانیؒ نے لکھا ہے کہ محمد نام رکھنے کے متعلق ساری احادیث موضوع ہیں۔ (۲)

صحابہ کے متعلق

☆**بینما رسول اللہ ﷺ جالس وعندہ ابو بکر** الخ.

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تشریف رکھے ہوئے تھے، اور حضرت ابوبکرؓ بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے، اتنے میں حضرت جبرئیلؑ آئے، اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ابوبکر کو اس حال میں کیوں دیکھ رہا ہوں، کہ ایک معمولی کپڑا پہنا ہے،

(۱) الاسرار المرفوعة ص۴۱۵، اللآلی المصنوعة ۱۰۶/۱، تنزیه الشریعة ۱۷۴/۱. (۲) تنزیه الشریعه ۱۷۴/۱.

اور اس کو کسی چیز سے سینے پر باندھ دیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال راہ خدا میں صرف کر دیا، تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ انہیں اللہ کا سلام پیش فرمائیں، اور ان سے پوچھیں کہ کیا وہ اس حال میں اللہ تعالی سے راضی ہیں یا ناراض؟ حضرت ابوبکر یہ سن کر رونے لگے، اور کہا کہ کیا میں اپنے رب سے ناراض رہوں گا، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

تحقیق: حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے، لسان میں حافظ ابن حجرؒ نے اس کو برقرار رکھا ہے، اور حافظ عراقیؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے۔ (۱)

☆**انّ اللّٰہ یتجلّی للنّاس عامّةً و یتجلّی لابی بکر خاصّةً.**

ترجمہ: اللہ تعالی لوگوں کے لئے عام طور پر اور حضرت ابوبکر کے لئے خاص طور تجلی فرمائیں گے۔

تحقیق: علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ (۲)

☆**ما فضلکم ابوبکرٍ بفضل صومٍ ولا صلوةٍ ولکن بشیئٍ وقّر فی قلبه.**

ترجمہ: ابوبکر نے تم سے نماز اور روزہ کی وجہ سے فضیلت نہیں پائی بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے دل میں جمی ہوئی ہے۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں ہے۔ (۳)

(۱) المغنی ۴۷۰، لسان المیزان فی ترجمة العلاء بن عمرو الکوفی ۱۸۵/۴، کتاب تذکرة الموضوعات للمقدسی ۳۹. (۲) المغنی ۱۱۴۹، کشف الخفاء ۲۸۰/۱، الاسرار المرفوعة ۴۵۴، تذکرة الموضوعات ۹۳، المنار المنیف ۱۱۵. (۳) المقاصد ۳۶۹

☆انّ بلالا یبدّل الشینَ سیناً.

ترجمہ: حضرت بلال ؓ شین کی جگہ سین پڑھتے تھے (یعنی اذان میں **اشھد** کی جگہ **اسھد** پڑھتے تھے)

☆**سینُ بلالٍ عندَ اللّٰہ شینٌ.**

ترجمہ: حضرت بلال ؓ کی سین اللہ تعالی کے نزدیک شین ہے۔

تحقیق: ان دونوں روایتوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۱)

☆**اصحابی کالنّجوم بایّھم اقتدیتُم اھتدیتُم.**

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جنکی بھی اقتدا کروگے راہ پاجاؤ گے۔

تحقیق: ابن حجرؒ نے **التلخیص الحبیر** (کتاب القضاء، باب ادب القضاء ٤/٤٦٢) میں اس کی سب سندوں پر کلام کیا ہے (ان میں سے ایک سند بھی قابل اعتماد نہیں ہے) پھر لکھا ہے **قال ابو بکر البزار ھذا الکلام لم یصح عن النبی ﷺ، وقال ابن حزم ھذا خبر مکذوب موضوع باطل** (ابوبکر بزار نے کہا ہے کہ یہ کلام رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت نہیں ہے، اور ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ جھوٹی، موضوع اور باطل روایت ہے) امام

(۱) المقاصد الحسنة ص٢٤٧،
تذکرة الموضوعات ص١٠١،
الاسرار المرفوعة ص٢٢٥،
کشف الخفاء ١/٥٣٠.

احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کو غیر ثابت مانا ہے۔ (۱)

حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے نوادر الحدیث میں مفصل کلام کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اس حدیث کی کوئی سند خالی از علت نہیں ہے، ابوبکر بزار اور ابن حزم اس کے بے اصل ہونے کے قائل ہیں، ابو حیان المفسر کی بھی یہی رائے ہے، ابن قیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں اسی طرف رجحان ظاہر کیا ہے، اور بزار کا قول نقل کیا ہے، ملا معین السندیؒ نے ''الدراسات'' میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے السیف المسلول میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کا متن مشہور ہے، بیہقی نے مختلف سندوں سے اس کو روایت کیا ہے جن کے ملنے سے یہ حدیث درجۂ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

(حضرت شیخ فرماتے ہیں) **و عندی فی دعوی الحسن نظر** میرے نزدیک حسن کا دعوی کرنا محل نظر ہے۔

اور بعض محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۲)

☆ **انّ بلالا ؓ رآی فی منامِه النبیّ ﷺ وھو یقولُ لَه ما ھذه الجفوةُ یا بلالُ! اما آن لکَ اَنْ تزورنی یا بلالُ!** الخ

ترجمہ: حضرت بلال ؓ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ حضرت بلال ؓ سے فرمارہے تھے کہ اے بلال! یہ کیا بے رخی ہے؟ کیا

(۱) السلسلة ج١ رقم الحدیث ٥٨. (٢) نوادر الحدیث ٢٦٧، ٢٧١.

اب بھی میری زیارت نہیں کروگے اے بلال؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ خواب سے خوف وغم کی حالت میں بیدار ہوئے، اور سواری پر سوار ہو کر مدینہ کا رخ کیا، مدینہ پہنچ کر قبر اطہر کے پاس آئے، وہاں آکر گریہ وزاری کرنے لگے، اپنے چہرے کو اس چوکھٹ پر رگڑنے لگے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو چمٹا لیا اور ان کو بوسہ دینے لگے، دونوں نواسۂ رسول ﷺ نے کہا کہ اے بلال ہماری خواہش ہے کہ ہم آپ سے وہ اذان سنیں جو آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دیا کرتے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے درخواست منظور کی اور مسجد کی چھت کے اوپر چڑھے، اور جہاں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کھڑے رہتے تھے اسی جگہ کھڑے ہوگئے، پس جب **الله اکبر الله اکبر** کہا تو پورا مدینہ بے قرار ہوگیا، جب **اشهد ان لا اله الا الله** کہا تو اور زیادہ بے قراری چھا گئی، پھر جب **اشهد ان محمدا رسول الله** کہا تو عورتیں گھروں سے نکل پڑیں، لوگ کہنے لگے کیا رسول اللہ ﷺ آگئے، رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اس دن سے زیادہ رونے والا نہ کوئی مرد دیکھنے میں آیا نہ کوئی عورت۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے، ابن حجرؒ نے لکھا ہے **هذه قصة بينة الوضع** (اس قصہ کا موضوع ہونا بالکل واضح ہے) (۱)

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ بعض واعظ اس پر مزید بیان کرتے ہیں کہ ''عجیب بات یہ تھی کہ ایک عورت نے بچے کو اٹھایا ہوا تھا وہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں سے کہنے لگا: اے اماں! بلال رضی اللہ عنہ تو کچھ عرصہ کے بعد واپس آگئے یہ بتاؤ کہ نبی ﷺ کب

(۱) لسان الميزان، (حرف الالف ، فى ترجمة ابراهيم بن محمد بن سليمان) ، تنزيه الشريعة ۱۱۸/۲.

واپس آئیں گے، اس بات کو سن کر صحابہ کرام مچھلی کی طرح تڑپنے لگے۔

☆**هبط على جبرئيل و عليه طنفسة و هو متخلل بها فقلت يا جبرئيل ما نزلت الى فى مثل هذا الزى قال ان الله تعالى امر الملائكة ان تتخلل فى السماء كتخلل ابى بكر فى الارض .**

ترجمہ: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اس حال میں کہ وہ معمولی کپڑا پہنے ہوئے تھے، میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل میرے پاس اس حالت میں کیوں آئے ہو؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آسمان پر ایسا لباس پہنیں جیسا کہ زمین پر ابوبکر نے پہنا ہے۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے صاحبزادے پر حد جاری کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر ایک عورت آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ اس عورت نے کہا کہ یہ آپ کے بیٹے عبد الرحمٰن کا بچہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو بلا بھجا، وہ آئے، اور پوچھنے پر اقرار کرلیا، تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی، پچاس کوڑے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مارے اور پچاس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مارے، لڑکا اس کی وجہ سے موت کے قریب ہوگیا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے تو مجھے قتل ہی کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب تو اپنے رب سے ملے تو کہنا کہ عمر حدود کو جاری کر رہا ہے۔

(۱) اللآلى المصنوعة ص ۲۹۳/۱، تنزيه الشريعة ۳۴۳/۱.

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔ (۱)

ابن عراقؒ اور علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے لکھا ہے کہ ایک دوسری روایت ہے جو حضرت عمرؓ کے صاحبزادے کے بارے میں وارد ہوئی ہے، اس کے بعد ذیل کی حدیث بیان کی ہے اور اس پر کسی طرح کا حکم نہیں لگایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے کوئی نشہ آور چیز پی لی تھی، پھر وہ عمرو بن عاصؓ کے پاس آئے اور کہا کہ حد جاری کرو، انہوں نے منع کیا تو صاحبزادے نے کہا کی میں اپنے والد کو اطلاع کردوں گا، تب انہوں نے اپنے گھر میں حد جاری کی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے خط لکھ کر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ملامت کی کہ تم نے ان کے ساتھ یہ خصوصی معاملہ کیوں کیا؟ پھر جب وہ صاحبزادے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی سرزنش کی، اتفاق سے وہ اس وقت بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں انتقال فرمایا۔

میری امت کا اختلاف رحمت ہے

☆ **اختلاف امتی رحمة** ....میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

حکم: اس کی کوئی اصل نہیں ہے، علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے **زعم کثیر من العلماء انه لا اصل له** یعنی بہت سے علماء کا خیال ہے کہ اسکی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۲)

فائدہ: سند ضعیف سے یہ روایت مرسلا منقول ہے **اختلاف اصحابی لکم رحمة** (میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے) (۱)

(۱) تذکرۃ الموضوعات ۱۸۰، تنزیہ الشریعۃ ۲/ ۲۲۰. (۲) المقاصد الحسنۃ ۲۷، الاسرار المرفوعۃ ص۱۰۸، السلسلۃ ج۱ رقم الحدیث ۵۷.

مومن کا جھوٹا

☆ **سؤر المؤمن شفاء**.....مومن کے جھوٹے میں شفا ہے۔

☆ **ریق المؤمن شفاء**......مومن کے لعاب میں شفا ہے۔

تحقیق: ان دونوں روایتوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۲)

علم کے فضائل

☆ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل .**

ترجمہ: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۳)

☆ **اطلبوا العلم ولو بالصين.**

ترجمہ: علم حاصل کرو اگرچہ اسکے لئے چین جانا پڑے۔

تحقیق: علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ ''یہ روایت ضعیف ہے بلکہ ابن حبانؒ نے باطل کہا ہے اور ابن جوزیؒ نے موضوعات میں ذکر کیا ہے'' علامہ سخاویؒ نے ابن جوزیؒ کا قول نقل کر کے سکوت کیا ہے۔

حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ اس روایت کی

(۱) تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص۹۱. (۲) المصنوع ص۱۰۶، الاسرار المرفوعۃ ص ۲۱۴، کشف الخفاء ۱/ ۴۹۴، السلسلۃ ج۱ رقم الحدیث ۷۸۔ (۳) المقاصد الحسنہ ص۲۸۶، تذکرۃ الموضوعات ص ۲۰، الدرر المنتثرۃ ص۱۴۸، الفوائد المجموعۃ ص۳۶۸، کشف الخفاء ص۲/ ۷۴، الاسرار المرفوعۃ ص۲۴۷۔

کوئی معتبر سند نہیں ہے۔(۱)

ازالۂ وہم: علامہ مناویؒ نے اس حدیث پر لکھا ہے: **حکم ابن الجوزی بوضعه و نوزع بقول المزی : له طرق یصل بمجموعها الی الحسن و بقول الذهبیؒ فی تلخیص الواهیات روی عن عدة طرق واهیة و بعضها صالح** یعنی ابن جوزیؒ نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے لیکن حافظ مزیؒ اور حافظ ذہبیؒ کے اقوال ان کے مخالف ہیں، ان کا کہنا ہے کہ تعدد طرق سے اس کو تقویت مل جاتی ہے۔

لیکن علامہ مناویؒ کو اس جگہ وہم ہو گیا ہے، کیوں کہ حافظ مزیؒ اور حافظ ذہبیؒ کا تحسینی کلام اس حدیث کے جزء ثانی کے متعلق ہے، جو دیگر متعدد طرق سے مل کر حسن کے درجہ تک پہنچتا ہے، وہ دوسرا جزء یہ ہے **طلب العلم فریضة علی کل مسلم**، یہی وہم کشف الخفاء میں عجلونیؒ کو ہوا ہے۔(۲)

☆**نوم العالم عبادة**.........عالم کا سونا عبادت ہے۔

تحقیق: ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۳)

ازالۂ وہم: کشف الخفاء میں لکھا ہے کہ بیہقیؒ نے اس کو سند ضعیف سے ذکر کیا ہے، یہاں مصنفؒ سے چوک ہوئی ہے، کیونکہ بیہقیؒ کے الفاظ میں **نوم الصائم عبادة** مذکور ہے، **نوم العالم** نہیں ہے، البتہ ابونعیم نے **حلیة** میں سند ضعیف سے یہ روایت ذکر کی ہے **نوم علی علم خیر من صلاة علی جهل**

(۱) المقاصد ص۶۳، نوادر الحدیث مع اللآلی المنثوره ۲۷۶.(۲)نوادر الحدیث ۲۷۸،۲۷۷.(۳)الاسرار المرفوعة ص۳۵۹۔

(ترجمہ: علم کی حالت میں سونا جہل کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے)۔(۱)

☆ **اذا قال المعلم للصبی بسم الله الرحمن الرحیم فقالها کتب الله له براءة للصبی وبراءة لوالدیه وبراءة للمعلم من النار.**

ترجمہ: جب استاذ بچہ کو **بسم الله الرحمن الرحیم** پڑھاتا ہے اور بچہ اسکو پڑھتا ہے تو اسکی وجہ سے اللہ تعالی اس بچہ کے لئے اور اسکے والدین کے لئے اور استاذ کے لئے جہنم سے براءت لکھ دیتے ہیں۔

تحقیق: علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے لکھا ہے یہ روایت موضوع ہے۔(۲)

☆**ان العالم والمتعلم اذا مرا بقریة فان الله یرفع العذاب عن مقبرة تلك القریة اربعین یوما.**

ترجمہ: جب عالم اور طالب علم کسی بستی سے گذرتے ہیں تو اللہ تعالی اس بستی کے قبرستان سے چالیس دن عذاب ہٹا دیتے ہیں۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔(یہ روایت شرح عقائد میں بیان کی گئی ہے)(۳)

☆**من زار العلماء فکأنما زارنی ومن صافح العلماء فکأنما صافحنی ومن جالس العلماء فکأنما جالسنی ومن جالسنی فی الدنیا اجلس الی یوم القیمة.**

(۱)حاشیة کشف الخفاء ۳۸۹/۲.(۲) تذکرة الموضوعات ص۸۰.

(۳) الاسرار المرفوعة ص۱۴۳، کشف الخفاء ص۲۵۴، السلسلة، رقم الحدیث ۱۴۲.

ترجمہ: جس نے علماء کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی، اور جس نے علماء سے مصافحہ کیا اس نے گویا مجھ سے مصافحہ کیا، اور جو علماء کے پاس بیٹھا گویا اس نے میری مجلس میں شرکت کی، اور جو دنیا میں میرے پاس بیٹھے گا قیامت کے دن میرے پاس بٹھایا جائے گا۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆الانبياء قادة و الفقهاء سادة و مجالستهم زيادة.

ترجمہ: انبیاء رہبر اور فقہاء سردار ہیں، اوران کی مجالس فیضیابی کا سبب ہے۔

تحقیق: موضوع روایت ہے۔(۲)

☆اجتمعوا و ارفعوا ايديكم فاجتمعنا و رفعنا ايدينا ثم قال اللهم اغفر للمعلمين ثلاثا كيلا يذهب القرآن واعز العلماء كيلا يذهب الدين.

ترجمہ: سب جمع ہو جاؤ اور ہاتھ اٹھاؤ پس ہم جمع ہوئے اور ہاتھ اٹھائے پھر آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! معلمین کی مغفرت کر آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرایا (پھر کہا) تا کہ قرآن چلا نہ جائے، اور علماء کو عزت عطا فرما تا کہ دین نہ چلا جائے۔

تحقیق: محدثین کے بقول یہ موضوع روایت ہے۔(۳)

---

(۱) الاسرار المرفوعة ص ۳۳۱، تذكرة الموضوعات للفتنى ۱۹، السلسلة ج ۷ رقم الحديث ۳۳۳۳، كشف الخفاء ۲۸۹/۲، الفوائد المجموعة ۳٦٥. (۲) الاسرار المرفوعة ص ۱۰۰، السلسلة ج ۱ رقم الحديث ٤۲، التذكرة للفتنى ص ۱۸، الفوائد المجموعة ص ۳٦٤. (۳) كشف الخفاء ٦۳/۱، التذكرة للفتنى ۱۹، الاسرار المرفوعة ص ۱۰۷ (٤) اللآلى المصنوعة ۱۹۹/۱.

☆اللهم اغفر للمعلمين واطل اعمارهم وبارك لهم فى كسبهم.

ترجمہ: اے اللہ! معلمین کی مغفرت فرما اوران کی عمریں لمبی فرما اوران کی روزی میں برکت عطا فرما۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ بھی موضوع ہے۔(۱)

☆اذا رأيت القارى يلوذ بالسلطان فاعلم انه لص واذا رأيته يلوذ بالاغنياء فاعلم انه مراء واياك ان تخدع ويقال يرد مظلمة و يدفع عن مظلوم فان هذه خدعة ابليس اتخذها القراء سلّما.

ترجمہ: جب کسی عالم کو بادشاہ کی پناہ لیتے ہوئے دیکھو تو سمجھو کہ وہ چور ہے، اور جب اغنیاء سے پناہ لیتے ہوئے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ ریا کار ہے، اور کہیں اس بات سے دھوکہ مت کھانا کہ کہا جائے کہ وہ ظلم کو روکنے اور مظلوم کی مدد کے واسطے جاتا ہے کیونکہ یہ تو شیطان کی چال ہے جس کو علماء نے وسیلہ بنایا ہے۔

تحقیق: یہ سفیان ثوریؒ کا قول ہے، حدیث نہیں ہے۔ (۲)

☆اذا جلس المتعلم بين يدى العالم فتح الله عليه سبعين بابا من الرحمة ولا يقوم من عنده الا كيوم ولدته امه و اعطاه الله بكل حرف ثواب ستين

---

(۱) كشف الخفاء ٦۳/۱، التذكرة للفتنى ۱۹، الاسرار المرفوعة ص ۱۰۸، اللآلى المصنوعة ۱۹۹/۱. (۲) كشف الخفاء ۱۰٦/۱، التذكرة للفتنى ۲۵، المصنوع ص ۵۳.

شهرا، و كتب الله بكل حديث عبادة سنة.

ترجمہ: جب طالب علم استاذ کے سامنے بیٹھتا ہے تو اللہ تعالی اس طالب علم پر رحمت کے ستر دروازے کھول دیتے ہیں، اوران کے پاس سے اس حال میں کھڑا ہوتا ہے کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے کہ گویا اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو، اوراللہ تعالی اس کو ہرحرف کے بدلے ساٹھ مہینوں کا ثواب عطا کرتے ہیں، اور ہر حدیث کے عوض اللہ تعالی اس کے لئے ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتے ہیں۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆ **معلم الصبيان اذا لم يعدل بينهم كتب يوم القيامة مع الظلمة.**

ترجمہ: بچوں کو پڑھانے والا اگران کے درمیان انصاف نہیں کرے گا تو قیامت کے دن ظالموں کے ساتھ لکھا جائے گا۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں ہے۔(۲)

☆**جاء رجل من الانصار فقال يا رسول الله اذا حضرت جنازة و حضر مجلس علم ايهما احب اليک ان اشهد؟ فقال ان كان للجنازة من يتبعها ويدفنها فان مجلس حضور عالم خير من حضور الف جنازة تشيعها و من حضور الف مريض تعوده و من قيام الف ليلة للصلاة و**

(۱) التذكرة للفتنى ۱۹، كشف الخفاء ۱۰۲/۱، الفوائد المجموعة ص۳۶۵.

(۲) تنزيه الشريعة ص۲۵۲، الاسرارالمرفوعة ص۳۱۰ .

من الف يوم تصومها و من الف درهم تتصدق به ومن الف حجة سوى الفرض ومن الف غزوة سوى الواجب و اين نفع هذه المشاهد من مشهد عالم اما علمت ان الله تعالى يطاع بالعلم و يعبد بالعلم و خير الدنيا و الآخرة من العلم و شر الدنيا و الآخرة من الجهل.

ترجمہ: ایک انصاری آدمی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اگر جنازہ حاضر ہو اور علم کی مجلس لگی ہوئی ہو تو آپ کس کی حاضری میرے لئے پسند فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر جنازے کے پیچھے چلنے والا اور اسے دفنانے والا کوئی ہے تو پھر عالم کے مجلس کی حاضری ہزار جنازوں کی حاضری سے، اور ہزار مریضوں کی عیادت سے، اور ہزار راتوں میں نماز پڑھنے سے، اور ایک ہزار دن روزے رکھنے، اور ایک ہزار درہم صدقہ کرنے، اور ایک ہزار نفلی حجوں سے اور ایک ہزار غیر واجب غزوات سے بہتر ہیں، اور یہ ساری حاضریاں مجلس علم کی حاضری کے سامنے کیسے سودمند ہوسکتی ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ کی اطاعت وعبادت علم کی وجہ سے کی جاتی ہے، دین ودنیا کی بھلائی علم سے ہے، اور دونوں جہاں کی شر جہالت سے ہے۔

تحقیق: حافظ ابن عراق نے لکھا ہے ؒ کہ یہ روایت موضوع ہے۔ (۱)

☆ **الا احدثكم عن اجر ثلاثة اجر المعلمين و المؤذنين والائمة حرام.**

(۱) تنزيه الشريعةص ۲۵۴/۱.

ترجمہ: کیا میں تم کو تین طرح کے لوگوں کی اجرت کے متعلق نہ بتاؤں؟ معلمین، مؤذنین اور ائمہ کی اجرت حرام ہے۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆**من تعلم بابا من العلم لیعلمه الناس ابتغاء وجه الله اعطاه الله اجر سبعین نبیا.**

ترجمہ: جس نے علم کا ایک باب سیکھا تاکہ اللہ کی رضا کے لئے لوگوں کو سکھائے اللہ اس کو ستر نبیوں کا ثواب عطا کریں گے۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۲)

☆**ان اهل الجنة لیحتاجون الی العلماء فی الجنة و ذالک انهم یزورون الله فی کل جمعة فیقول تمنوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نتمنی علی ربنا فیقولون تمنوا کذا وکذا فهم یحتاجون الیهم فی الجنة کما یحتاجون الیهم فی الدنیا.**

ترجمہ: جنت والے جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے اور وہ اس طور پر کہ جنتی ہر جمعہ کو اللہ کی زیارت کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو چاہو تمنا کرو پس وہ علماء کی طرف متوجہ ہوں گے اور کہیں گے کہ ہم اپنے رب سے کس چیز کی تمنا کریں علماء ان کو جواب دیں گے کہ فلاں فلاں چیز کی تمنا کرو پس وہ دنیا کی طرح جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے۔

---

(۱)تنزیه الشریعة ۱/ ۲۵۵، اللآلی المصنوعة . (۲)حواله : تنزیه الشریعة۱۷۵

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆**اطلبوا العلم من المهد الی اللحد.**

ترجمہ: علم حاصل کرو گھوارے سے قبر تک۔

تحقیق: یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔(۲)

☆**من خرج یطلب بابامن العلم لینتفع به و یعلمه غیره کتب الله له بکل خطوة عبادة الف سنة.**

ترجمہ: جو شخص علم کے کسی باب کو طلب کرنے کے لئے نکلا تاکہ اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی سکھائے تو اللہ اس کے ہر قدم کے عوض ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھیں گے۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۳)

☆**یا علی! اتخذ لک نعلین من حدید وافنهما فی طلب العلم.**

ترجمہ: اے علی! لوہے کے دو چپل بناؤ اور ان کو طلب علم میں ختم کردو۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(٤)

☆ **من علم اخاه آیة من کتاب الله فقد ملک رقبته**

ترجمہ: جس نے اپنے بھائی کو کتاب اللہ کی ایک آیت سکھائی وہ اس کا

---

(۱)تنزیه الشریعة۱۷٦ (۲) سمعت ثقة قال سمعت فضیلة الشیخ المفتی سعید احمد البالن بوری دامت برکاتهم قال ان هذا الکلام لیس من حدیث رسول الله ﷺ (۳)تنزیه الشریعة ص۱۸۰ (٤) تنزیه الشریعة ۲۸٤

مالک ہوگیا۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆**طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة.**

ترجمہ: علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد اور عورت پر۔

تحقیق: اس حدیث میں **مسلمة** (مسلمان عورت) کی زیادتی ثابت نہیں ہے۔(۲)

علماء کی روشنائی

☆ **مداد العلماء افضل من دم الشهداء .**

ترجمہ: علماء کی روشنائی شہداء کے خون سے افضل ہے۔

تحقیق : یہ ہمارے نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے ، علامہ سخاویؒ ، علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے اس کو حضرت حسن بصریؒ کا قول قرار دیا ہے۔ (۳)

☆**وزن حبر العلماء بدم الشهداء فرجح عليهم.**

ترجمہ: علماء کی روشنائی کو شہداء کے خون سے تولا جائے گا پس علماء کی روشنائی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔

تحقیق: علامہ سیوطیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، اس کی سند میں محمد بن جعفر پر وضع حدیث کی تہمت لگی ہوئی ہے۔(٤)

(١) تنزيه الشريعة ٢٨٤،الاسرار المرفوعة ص٣٣٩ (٢)نوادر الحديث ٤١٦ (٣) الدرر المنتثرة ص١٧٦،المقاصدالحسنة ص٣٧٧، الاسرار المرفوعة ص٣٠٣، التذكرة للفتني ص٢٣ .(٤) الدرر المنتثرة ص١٧٦، المقاصد ٣٧٧،الاسرار المرفوعة ص٣٠٣.

☆**يوزن مداد العلماء و دم الشهداء فيرجح مداد العلماء على دم الشهداء.**

ترجمہ: علماء کی روشنائی اور شہداء کے خون کو تولا جائے گا پس علماء کی روشنائی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆**يوزن يوم القيامة مداد العلماء و دم الشهداء.**

ترجمہ: روز قیامت علماء کی روشنائی اور شہداء کے خون کو تولا جائے گا۔

تحقیق: یہ روایت ابن عبدالبرؒ نے **جامع بيان العلم** میں ذکر کی ہے، اس میں ایک راوی ''اسماعیل بن ابی زیاد السکونی'' منکر الحدیث ہے، اور دارقطنی نے اس کو متروک اور واضع حدیث کہا ہے۔(۲)

فائدہ: علامہ مناویؒ نے کہا ہے کہ اس کی ساری سندیں کمزور ہیں لیکن ایک دوسرے سے مل کر ان میں تقویت آتی ہے۔ (۳)

قرآن کے متعلق

☆**آية من كتاب الله خير من محمد و آله.**

ترجمہ: کتاب اللہ کی ایک آیت محمد (ﷺ) اور ان کی آل سے بہتر ہے۔

تحقیق: ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ مجھے یہ حدیث کہیں نہیں ملی۔(٤)

(١) ميزان الاعتدال فی ترجمة محمد بن عبدالله بن قاسم.(٢)ميزان الاعتدال (فی ترجمة اسماعيل بن ابی زياد السكونی).(٣) كشف الخفاء للعجلونی ٤٩٥/٢ .(٤)الاسرار المرفوعة ص١٠٠،المقاصد الحسنة ٦.

☆**رب قارئ(ر–تال) للقرآن والقرآن یلعنه.**

ترجمہ: کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

تحقیق: یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے، احیاء العلوم میں اس کو بغیر سند کے حضرت انسؓ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے، علامہ ابن بازؒ نے لکھا ہے **لا اعلم صحة الحدیث عن النبی** ﷺ (ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کا ثابت ہونا میرے علم میں نہیں ہے) حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے بھی اس کے حدیث ہونے سے انکار کیا ہے۔ (۱)

☆**اذا ختم احدکم فلیقل اللھم آنس وحشتی فی قبری.**

ترجمہ: جب قرآن ختم کرے تو یہ پڑھے **اللھم آنس وحشتی فی قبری.**

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے، اس میں ایک راوی ''الجویباری'' مشہور جھوٹا راوی ہے۔(۲)

☆**یٰس لما قرئت له.**

ترجمہ: سورۂ یٰس شریف ہر اس مقصد کے لئے ہے جس کے لئے وہ پڑھی جائے۔

---

(۱) مجموع فتاوی ابن باز ـ کتاب الاذکار والادعیة ـ ج ۲٦ ص ٦۱ ،الیواقیت الغالیه ٦٦/۲ .(۲)تذکرة الموضوعات ص۷۸ ،تنزیه الشریعة ۲۹۹/۱ .

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یعنی ان الفاظ میں کوئی حدیث نہیں ہے، البتہ تجربہ سے اس کے صحیح ہونے کا مشاہدہ ہوتا ہے، لیکن جب یہ حدیث نہیں ہے تو اس کی فضیلت کو حدیث سے ثابت ماننا غلطی ہے۔(۱)

بدھ کا دن

☆**ما بدئ بشیئ یوم الاربعاء الا تم .**

ترجمہ: جس کام کی ابتدا بدھ کے دن ہوگی وہ کام مکمل ہوگا۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۲)

عصر کے بعد کا وقت

☆**من احب حبیبتیه فلا یکتب بعد العصر .**

ترجمہ: جو اپنی دو محبوب چیزوں (یعنی آنکھوں) کو چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ عصر کے بعد نہ لکھے۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں ہے۔(۳)

فائدہ:من نام بعد العصر فاختلسَ عقله فلا یلومنّ الا نفسه.

ترجمہ: جو عصر کے بعد سویا اور اس کی عقل چلی گئی تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔

تحقیق: اس کو بعض علماء نے موضوع کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔(٤)

---

(۱)المقاصد الحسنه ٤۷۷ ،المصنوع ۲۱۵ ،تذکرة الموضوعات ۸۱(۲) المقاصد الحسنة ص۳٦۲، الاسرار المرفوعة ص۲۹٤(۳)المقاصد الحسنه ٤۰۵ ،کشف الخفاء، الاسرار المرفوعة .(٤) تذکرة الموضوعات ۱٦۷، تنزیه الشریعة ۲۹۰/۲ .

ماہ صفر

☆من بشرني بخروج صفر بشرته بدخول الجنة.

ترجمہ: جو مجھے ماہ صفر کے نکلنے کی بشارت دے گا میں اسے جنت کی بشارت دوں گا۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

شب برأت (شعبان کی پندرہویں رات)

☆اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها و صوموا نهارها ، فان الله ينزل فيها لغروب الشمس الى سماء الدنيا فيقول : الا من مستغفر لي فأغفر له؟ الا من مسترزق فارزقه؟ الا من مبتلى فاعافيه ؟ الا كذا الا كذا؟ حتى تطلع الفجر.

ترجمہ: جب نصف شعبان کی رات ہو تو اس رات کا قیام کرو، اور اس کے دن کا روزہ رکھو، اس لئے کہ اللہ تعالی اس رات غروب آفتاب کے وقت سے ہی پہلے آسمان پر نزول فرماتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ کوئی ہے مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کوئی ہے روزی طلب کرنے والا کہ میں اسے روزی عطا کروں؟ کوئی ہے مصیبت میں پھنسا ہوا میں اسے عافیت دوں؟ کیا کوئی ہے ایسا، کیا کوئی ہے ایسا؟ یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

تحقیق: یہ روایت بہت زیادہ ضعیف ہے، اور بعض نے اس کو موضوع

(۱) تذكرة الموضوعات ۱۱٦.

کہا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ''ابن ابی سبرہ'' ہے، ائمۂ جرح و تعدیل نے اس کی جرح کی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ علماء نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے، نسائی نے متروک کہا ہے، امام احمدؒ اور ابو حاتم رازیؒ سے مروی ہے کہ وہ حدیث گھڑتا تھا۔(۱)

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ اس حدیث کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ حدیث سند کے لحاظ سے نہایت ضعیف قسم کی ہے، اس کے ایک راوی ''ابوبکر بن عبداللہ'' (ابن ابی سبرہ) کے متعلق ائمۂ جرح و تعدیل نے یہاں تک کہا ہے کہ وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔(۲)

☆ شب برأت میں نمازوں کے متعلق کوئی خاص عدد یا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے، اور جو روایتیں اس کے متعلق بیان کی جاتی ہیں اور احیاء العلوم، قوت القلوب وغیرہ میں لکھی ہوئی ہیں وہ موضوع ہیں۔(۳)

☆ پندرہویں شعبان کے روزے کی کوئی فضیلت نہیں ہے، اس روزے کا تذکرہ صرف ایک اوپر والی روایت میں ہے، جس میں صوموا نهارها وارد ہے، اور اس روایت کا حال معلوم ہو گیا، مولانا منظور نعمانی نے تحریر فرمایا ہے کہ پندرہویں شعبان کے روزے کے متعلق صرف یہی ایک حدیث روایت کی گئی ہے، حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم اس روایت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

(۱) تقريب التهذيب ٦٢٣/٢، ميزان الاعتدال ٥٠٤/٤، الجرح والتعديل ٣٠٦/٧، السلسلة ٣٤/٥، تذكرة الموضوعات ٤٥، تحفة الاحوذی ٢٧٧/٢.

(۲) معارف الحدیث ۱۷۴/۴. (۳) الآثار المرفوعة ٨١، تذكرة الموضوعات ٤٥.

ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ شدید الضعف، متہم بالکذب والوضع ہے، اور جو متہم بالکذب والوضع ہو اس کی روایت محدثین ک اصول پر (بطور ظن غالب) موضوع ہے، اور اگر اس روایت کو موضوع نہ کہیں بلکہ صرف ضعیف ہی قرار دی جائے جیسا کہ منذری، عراقی اور بوصیری کی رائے ہے تو بھی یہ حدیث قابل قبول نہیں ہے، اس لئے کہ یہ شدید الضعف ہے، اور شدید الضعف حدیث نہ باب اعمال میں معتبر ہے نہ فضائل میں، کما صرح به الحافظ ابن حجرؒ وتبعه السخاویؒ والسیوطی وغیرهما.(۱)

ابن تیمیہ اقتضاء الصراط میں لکھتے ہیں:

فاما صوم یوم النصف مفردا فلا اصل له .(۲)

ترجمہ: پندرہویں شعبان کے روزے کی علیحدہ کوئی اصل نہیں ہے۔

یعنی خاص اس کی فضیلت کے متعلق کوئی روایت نہیں ہے، البتہ ایام بیض کی فضیلت میں یہ روزہ بھی داخل ہوگا۔

فائدہ: رہا مسئلہ پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت کا تو اس کے بارے میں وارد ہونے والی ہر روایت انفرادی طور پر ضعیف ہے، لیکن مجموعی اعتبار سے لائق عمل ہوجاتی ہیں۔

مفتی اعظم حضرت مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

رہا شب برأت کی فضیلت کا معاملہ سو وہ ایک مستقل معاملہ ہے، جو بعض روایات حدیث میں منقول ہے، مگر وہ اکثر ضعیف ہیں، اس لئے قاضی

(۱) نوادر الحدیث مع اللآلی المنثورہ ۲۶۰ (۲) اقتضاء الصراط ۲/۱۳۸.

ابوبکر بن العربی نے اس رات کی کسی فضیلت سے انکار کیا ہے، لیکن شب برأت کی فضیلت کی روایات اگرچہ باعتبار سند کے ضعف سے کوئی خالی نہیں، لیکن تعدد طرق اور تعدد روایات سے ان کو ایک طرح کی قوت حاصل ہوجاتی ہے۔(۱)

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

شعبان کی پندرہویں شب میں عبادت اور دعا واستغفار کے متعلق بعض کتب حدیث میں متعدد حدیثیں مروی ہیں، لیکن ان میں کوئی بھی ایسی نہیں ہے، جس کی سند محدثین کے اصول ومعیار کے مطابق قابل اعتبار ہو، مگر چوں کہ یہ متعدد روایتیں ہیں اور مختلف صحابۂ کرام سے مختلف سندوں سے روایت کی گئی ہیں، اس لئے ابن الصلاح وغیرہ بعض اکابر محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی بنیاد ہے۔(۲)

رجب کا مہینہ

☆**ان فی رجب یوما ولیلة من صام ذلک الیوم و قام تلک اللیلة کان له من الاجر کمن صام مائة سنة و قام لیالیها و هی لثلاثة بقین من رجب.**

ترجمہ: رجب کی ستائیسویں رات قیام کرنے، اور ستائیسویں دن روزہ رکھنے کا ثواب سو سال قیام کرنے، اور سو سال روزہ رکھنے کے برابر ہے۔

تحقیق: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس روایت کو غنیۃ الطالبین میں بیان کیا ہے، لیکن ابن حجرؒ نے اس کو موضوع کہا ہے۔(۳)

(۱) معارف القرآن ۷/۵۸۷. (۲) معارف الحدیث ۴/۱۷۴.

(۳) الآثار المرفوعة ۵۹، تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب.

☆ رجب کی پندرہویں رات میں چودہ رکعتیں اوران کے فضائل۔

☆ رجب کی ستائیسویں رات میں بارہ رکعتیں اوران کے فضائل۔

☆ رجب کے مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھ کر چار رکعتیں پڑھنا اور ان کے فضائل۔

تحقیق: یہ ساری روایتیں موضوع ہیں، رجب کے مہینے میں نمازوں کے متعلق کوئی خاص عدد اور کوئی خاص طریقہ مروی نہیں ہے، بلکہ سرے سے اس میں نماز کی کوئی خاص فضیلت ہی نہیں ہے۔(۱)

☆ رجب کے مہینے میں روزے کی بھی کوئی خاص فضیلت نہیں ہے، ایک روایت ہے وہ بھی ضعیف ہے، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ رجب کا روزہ رکھنے پر لوگوں کو مارتے تھے۔(۲)

تنبیہ: غنیۃ الطالبین، احیاء العلوم، قوت القلوب اور دیگر صوفیائے کرام کی کتابوں میں ہر ہر مہینے میں خاص خاص نمازوں کا ذکر کیا گیا ہے، اور وہاں سے منقول ہوکر پیشہ ور واعظوں کی زبانی سننے کو، اور رسالوں اور کتابوں میں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں، ابھی عاجز کے سامنے رسالہ ہے ۶۳ صفحات کا، نام ہے ''خدا سے قریب کرنے والے اعمال''، اس کتاب میں بھی ہر ہر دن اور ہر ہر مہینے کی نمازوں کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ان ساری روایتوں کے متعلق علماء نے وضاحت کردی ہے کہ یہ موضوعات اور منکر و باطل روایتیں ہیں۔

(۱) مستفاد من "الآثار المرفوعة" و "تبيين العجب بما ورد فى فضل رجب" و "زوال السنة عن اعمال السنة ۱۵". (۲) زوال السنة عن اعمال السنة ۱۴.

ہندوستان سے فرحت بخش ہوا کا آنا

☆ ہندوستان سے فرحت بخش ہوا کا آنا۔

تحقیق: اس کے متعلق حضرت مفتی تقی عثمانیؒ لکھتے ہیں:

اس مضمون کی کوئی حدیث احقر کے علم میں نہیں ہے، اور کتب حدیث میں سرسری تلاش سے ملی بھی نہیں۔(۱)

وضو کے متعلق

☆ **الشرب من فضل وضوء المؤمن فيه شفاء من سبعين داء ادناها الهم .**

ترجمہ: مومن کے وضوء سے بچا ہوا پانی پینے میں ستر بیماریوں سے شفا ہے جن میں کم سے کم درجہ کی بیماری غم ہے۔

حکم: اس کا راوی محمد بن اسحاق العکاشی کذاب اور وضاع ہے۔(۲)

☆ **قراء ة انا انزلناه عقب الوضوء لا اصل له .**

ترجمہ: وضو کے بعد سورۂ **انا انزلناه فی لیلة القدر** پڑھنے کی کوئی اصل نہیں ہے (یعنی اس کی ترغیب میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے) یہ علامہ سخاویؒ کا قول ہے، اور ان سے علماء نے بلانکیر کے نقل کیا ہے۔(۳)

☆ **من قرأ فی اثر وضوئه انا انزلناه فی لیلة القدر مرة**

(۱) فتاوی عثمانی ۲۲۵/۱. (۲) الفوائد المجموعة ص۳۳۴، تذكرة الموضوعات للفتنی ص۲۰۹، تنزيه الشريعة ۲۶۵/۲. (۳) المقاصد الحسنة ص۴۲۴، الاسرار المرفوعة ص۳۴۰، كشف الخفاء ۳۱۹/۲.

واحدة كان من الصديقين ومن قرأها مرتين كتب في ديوان الشهداء ومن قرأها ثلاثاحشره الله محشر الانبياء.

ترجمہ: جس نے وضو کے بعد **انا انزلناه فی لیلة القدر** ایک مرتبہ پڑھا تو وہ صدیقین میں شامل ہوگا، اور جو دو مرتبہ پڑھے گا اس کا نام شہداء کے دفتر میں لکھا جائے گا، اور جو تین مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالی اس کا حشر نبیوں کی طرح فرمائیں گے۔

تحقیق: شیخ البانیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، اس میں ایک راوی ابوعبیدہ مجہول ہے، علامہ طحطاویؒ نے لکھا ہے کہ روایت کے الفاظ اس کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔(۱)

☆**یا علی اذا توضأت فقل بسم الله اللهم انی أسألک تمام الوضوء وتمام الصلوة و تمام رضوانک و تمام مغفرتک.**

ترجمہ: اے علی! جب وضو کرو تو یہ دعا پڑھو: **بسم الله اللهم انی أسألک تمام الوضوء وتمام الصلوة و تمام رضوانک و تمام مغفرتک** (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں مکمل وضو، مکمل نماز، مکمل رضامندی اور مکمل مغفرت کا)۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے، اس کی سند میں ایک راوی حماد بن عمرو کذاب اور وضاع ہے۔(۲)

(۱) سلسلة الاحاديث الضعيفة و الموضوعة ج٤ رقم الحديث ١٥٢٧،طحطاوى على المراقى ٧٩.(٢)اللآلى المصنوعة ٣١٢/٢.

☆ وضو کے بعد شہادتین پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنا، اور آسمان کی طرف انگلی اٹھانا ثابت نہیں ہے (شہادتین پڑھنا ثابت ہے)(۱)

☆ مسح رأس کا جو طریقہ معروف ومشہور ہے (پہلے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں سے سر کے اگلے حصے کا گدی تک اس طرح مسح کرنا کہ سبابہ، ابہام اور کفین الگ رہیں، پھر کفین سے گدی کی طرف سے سر کی جانبین کا مسح کرنا، پھر باقی دو انگلیوں سے سر کا مسح کرنا) اس کے بارے میں حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ طریقہ غیر ثابت بلکہ خلاف منقول ہے، اس کا ثبوت نہ کسی حدیث سے ملتا ہے نہ کسی اثر صحابی سے، اور نہ ہی امام اعظم ابوحنیفہؒ سے۔(۲)

اذان کے متعلق

☆ **من تكلم عند الاذان خيف عليه زوال الايمان.**

ترجمہ: جو اذان کے وقت بات کرے اس کے ایمان کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔(۳)

☆**من سمع المنادى بالصلوة فقال مرحبا بالقائلين عدلا و مرحبا بالصلوة واهلا كتب له الفى الف حسنة ومحا عنه الفى الف سيئة ورفع له الفى الف درجة.**

ترجمہ: جس نے مؤذن کی آواز سن کر یہ دعا پڑھی **مرحبا بالقائلين**

(۱) تتمہ احسن الفتاوی ۱۳۶.(۲) تتمہ احسن الفتاوی ۱۵۹.

(۳) كشف الخفاء ٢٦٤/٢،الموضوعات للصغانى رقم الحديث ١٤٥.

عـدلا و مرحبا بالصلوۃ و اھلا (ترجمہ: مرحبا حق کی بات کہنے والوں کو مرحبا اور خوش آمدید نماز کو تو اللہ اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھیں گے، بیس لاکھ گناہ معاف کریں گے اور بیس لاکھ درجے بلند کریں گے۔

تحقیق: یہ موضوع روایت ہے۔(۱)

فائدہ: حضرت عثمانؓ سے اذان سن کر یہ پڑھنا ثابت ہے **مـــرحبـــا بالقائلین عدلا وبالصلوۃ مرحبا واھلا**.(۲)

☆**مسح العینین بباطن انملتی المسبحتین** الخ

جب مؤذن **اشھـد ان محمدا رسول اللہ** کہے اس قوت دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں کو چومنا پھر ان کو آنکھوں پر پھیرنا۔

تحقیق: اس کے متعلق علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے، شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے علامہ سخاویؒ کے اس قول کو وضع پر محمول کیا ہے، یعنی کہ یہ روایت موضوع ہے، علامہ سخاویؒ سے ملاعلی قاریؒ، اور عجلونی نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔(۳)

نماز کے متعلق

☆**من صلی الفجر فی جماعۃ وخرج من المسجد فمر بعشرین نفسافسلم علیھم فمات ذلک الیوم غفر لہ .**

(۱)الاسرار المرفوعۃ ص۳۳۳، تذکرۃ الموضوعات ص۳۵، کشف الخفاء ۳۰۰/۲، تنزیہ الشریعۃ ۱۱۶/۲، الفوائد المجموعۃ ص۴۰. (۲)تنزیہ الشریعۃ ۱۱۶/۲، المطالب العالیہ (مناقب عثمانؓ).(۳)المقاصد الحسنۃ ۳۸۴، المصنوع ۱۶۹، تذکرۃ الموضوعات ص۳۴.

ترجمہ: جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد سے نکل کر بیس لوگوں کے پاس سے گذرا اور ان کو سلام کیا پھر اگر اسّی دن اس کی موت آ گئی تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تحقیق: اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوبکر محمد بن عبداللہ الاشنانی کذاب ہے۔(۱)

☆**مـن تـرک الصلوۃحتی مضی وقتھا ثم قضی عذب فـی النار حقبا والحقب ثمانون سنۃ والسنۃ ثلاثمائۃ و ستون یوما ، کل یوم کان مقدارہ الف سنۃ** .(۲)

ترجمہ: جس نے نماز چھوڑی یہاں تک کہ اس کا وقت گذر گیا پھر وقت گذرنے کے بعد قضا کی تو جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا اور ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے اور سال تین سو ساٹھ دن کا، ہر دن کی مقدار وہاں ایک ہزار سال کے برابر ہوگی۔

تحقیق: اس روایت کی سند کسی کتاب میں نہیں ملی، صاحب مجالس الابرار نے اس کو بغیر سند اور بغیر حوالے کے ذکر کیا ہے۔(۳)

☆**لاصلوۃ الا بحضور القلب.**

ترجمہ: نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی۔

تحقیق: حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے تحریر فرماتے ہیں: **لم**

(۱) تذکرۃ الموضوعات ص۱۶۴، تنزیہ الشریعۃ ۱۱۹/۲، الفوائد المجموعۃ ص۲۹۴.

(۲)مجالس الابرار. (۳) مجالس الابرار، المجلس الحادی والخمسون ص۳۲۰.

اقف له علی اصل بهذا اللفظ ان الفاظ سے مجھے کوئی حدیث نہیں ملی۔(۱)

☆**الصلوة معراج المؤمن** .....نماز مومن کی معراج ہے۔

حکم: یہ حدیث نہیں ہے۔(۲)

☆ **صلوة بخاتم تعدل سبعين بغير خاتم .**

ترجمہ: انگوٹھی پہن کر پڑھی ہوئی نماز بغیر انگوٹھی کے پڑی ہوئی ستر نمازوں کے برابر ہے۔

حکم: یہ روایت موضوع ہے۔(۳)

☆**من صلی خلف عالم تقی فکأنها صلی خلف نبی.**

ترجمہ: جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔

تحقیق: یہ روایت ہدایہ اور دیگر فقہ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہے، لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(٤)

☆**اذا قام العبد الی صلوته قام معه سبعة شياطين احدهم يسمی کنع والآخر يسمی کنس و الآخر يسمی تعليهم** الخ

ترجمہ: جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ سات شیطان بھی کھڑے ہوتے ہیں، ان میں ایک کا نام کنع ہے، ایک کا نام کنس ہے،

(۱)نوادر الحدیث۴۳۸.(۲)الیواقیت الغالیه ۶۳/۲.(۳)المقصد الحسنة ص۲۶۳، الاسرار المرفوعة ص۲۳٤،الفوائد المجموعة ص۲٤۲،تذکرة الموضوعات للفتنی ص۱۵۸.(٤)تذکرة الموضوعات ص٤۰ ،المقاصد الحسنه ص۳۰٤ ،رد المحتار ۲۵۸/۲.

ایک کا نام تعلیہم ہے الخ

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆**ليس السارق الذی يسرق ثياب الناس انما السارق الذی يسرق الصلوة يلتقطها کما يلتقط الطير الحب من الارض فذلک السارق لا يقبل الله منه .**

ترجمہ: چور وہ نہیں جو لوگوں کے کپڑے چوری کرتا ہے، بلکہ چور وہ ہے جو نماز چوری کرتا ہے، یعنی پرندہ جس طرح زمین سے دانے چگتا ہے اسی طرح وہ بھی ٹھونگیں مارتا ہے، یہ ہے چور جس کی نماز اللہ تعالی قبول نہیں فرماتے۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے، اس میں ایک راوی ''ابوهدبہ'' کذاب ہے۔(۲)(البتہ جلدی جلدی نماز پڑھنے والے کو روایت میں چور کہا گیا ہے)

☆**من تهاون بصلوته عاقبه الله بخمس عشرة خصلة** الخ

ترجمہ: جو نماز میں سستی کرے گا اللہ تعالی اسے پندرہ طرح کے عذاب دیں گے (حدیث مشہور ہے، پوری حدیث کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے)۔

تحقیق: اس روایت کے بارے میں علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے **حدیث باطل** یہ حدیث باطل ہے، اور ابن حجرؒ نے لکھا ہے **هو ظاهر البطلان** یعنی یہ حدیث واضح طور پر باطل ہے۔(۳)

اس کی تائید میں ابن حجرؒ کی **المنبهات** کی سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے، لیکن حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم نے نوادر الحدیث (ص۱۲۶)

(۱)تذکرة الموضوعات ۱۱۰ ، تنزيه الشريعة ۱۲۷/۲ .(۲)تنزيه الشريعة ۱۲۷/۲ ، تذکرة الموضوعات ص۳۸، الفوائد الموضوعة ٤۹ .(۳)تنزيه الشريعة ۱۲٤/۲ .

میں تحریر فرمایا ہے کہ موثق طریقہ سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ کتاب (المنبہات) ابن حجرؒ کی تالیفات میں سے نہیں ہے، اور غزالیؒ کی **دقائق الاخبار** (صفحہ۵۴-۵۶) کی ایک روایت اس کے ہم معنی ہے، لیکن ان دونوں کتابوں میں نہ کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ ہے اور نہ سند کا ذکر ہے، لہذا ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔(۱)

شادی شدہ کی نماز کی فضیلت

☆ **رکعتان من المتزوج افضل من سبعین رکعة من الاعزب .**

ترجمہ: شادی شدہ آدمی کی دو رکعتیں غیر شادی شدہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

تحقیق: اس روایت میں ایک راوی مجاشع بن عمرو ہے، یحیی بن معینؒ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے، اور ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ یہ موضوع روایتیں بیان کرتا ہے(**لسان المیزان** (حرف المیم ، من اسمہ مجاشع) اسی وجہ سے ابن جوزیؒ، البانیؒ اور علامہ طرابلسیؒ نے اللؤلؤ المرصوع میں اس کو موضوع کہا ہے، اور بعض علماء نے اس کو منکر اور باطل کہا ہے۔(۲)

☆ **رکعتان من المتأهل خير من اثنين و ثمانين رکعة من العزب .**

(۱) منهج الحياة الايمانية ۵۹. (۲) السلسلة ج۲ رقم الحديث ۶۳۹، الفوائد المجموعة ۱۵۶، اللؤلؤ المرصوع ص۸۹، تذكرة الموضوعات للفتنى ص۱۲۵، تنزيه الشريعة ۲/۲۰۵.

ترجمہ: شادی شدہ آدمی کی دو رکعتیں غیر شادی شدہ آدمی کی بیاسی رکعتوں سے افضل ہیں۔

تحقیق: علامہ ذہبیؒ نے اس کو باطل کہا ہے اور ابن حجرؒ نے ان سے موافقت کی ہے، اور ان سے نقل کرتے ہوئے علامہ طاہر پٹنیؒ نے بھی اس کو منکر کہا ہے، ابن عراقؒ، شوکانی، البانی وغیرہ نے بھی ان سے اتفاق کیا ہے۔(۱)

☆ **شرارکم عزابکم رکعتان من المتأهل خير من سبعين رکعة من غير متأهل .**

ترجمہ: تم میں سب سے زیادہ برے لوگ بے شادی شدہ ہیں، شادی شدہ کی دو رکعتیں غیر شادی شدہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

تحقیق: ابن عدی نے اس کو موضوع کہا ہے۔(۲)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت

☆ **صلوة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوة بغير عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بغير عمامة ان الملائكة ليشهدون الجمعة معتمين ولا يزالون يصلون على اصحاب العمائم حتى تغرب الشمس .**

(۱) السلسلة ج۲ رقم الحديث ۶۴۰، الفوائد المجموعة ۱۵۶، تذكرة الموضوعات للفتنى ص۱۲۵، تنزيه الشريعة ۲/۲۰۵. (۲) تذكرة الموضوعات ص۱۲۵، اللؤلؤ المرصوع رقم الحديث ۲۷۲، الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى(فى ترجمة يوسف بن سفر)، اللآلى المصنوعة.

ترجمہ: عمامہ کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز بغیر عمامہ کے پڑھی ہوئی پچیس نمازوں کے برابر ہے، اور عمامہ کے ساتھ پڑھی ہوئی جمعہ کی نماز بغیر عمامہ کے پڑھی ہوئی ستر جمعہ کی نمازوں کے برابر ہے، بلا شبہ فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھ کر حاضر ہوتے ہیں، اور عمامہ باندھنے والوں کے لئے برابر دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆الصلوة فی العمامة تعدل بعشرة آلاف حسنة .

ترجمہ: عمامہ باندھ کر پڑھی ہوئی نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔(۲)

☆جمعة بعمامة افضل من سبعين بلا عمامة.

ترجمہ: عمامہ باندھ کر پڑھی ہوئی جمعہ کی نماز بغیر عمامہ کے پڑھی ہوئی ستر جمعہ کی نمازوں سے افضل ہے۔

تحقیق: علامہ سخاویؒ نے اور ان سے نقل کر کے علامہ عجلونیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔(۳)

☆ان اللہ و ملائكته يصلون على اصحاب العمائم

(۱) المقاصد الحسنة ص۲٦۳، الاسرار المرفوعة ص ۲۳٤، كشف الخفاء ۳۱/۲، الفوائد المجموعة ص ۲۳۵، السلسلة ج۱ رقم الحديث۱۲۷، تذكرة الموضوعات للفتنی ص۱۵٦، تنزيه الشريعة ۱۲٤/۲. (۲) المقاصد الحسنة ص۲٦۳، الاسرار المرفوعة ص ۲۳٤، الفوائد المجموعة ص ۲۳۷، السلسلة ج۱ رقم الحديث۱۲۹، تذكرة الموضوعات للفتنی ص۱۵٦، تنزيه الشريعة ۱۲٤/۲. (۳) المقاصد الحسنة ص۲٦۳، كشف الخفاء ۳۱/۲۔

يوم الجمعة .

ترجمہ: بیشک اللہ تعالی جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

تحقیق: ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، البانی اور ازدی نے اس کو موضوع کہا ہے، علامہ سیوطیؒ نے ابن حجر اور حافظ عراقیؒ سے اس کی تضعیف نقل کی ہے، اس روایت کا دارومدار ایوب بن مدرک پر ہے، اور اس راوی پر محدثین نے جرح کی ہے، یحیی بن معینؒ نے اس کو کذاب کہا ہے، ابوحاتم اور نسائی اور دارقطنیؒ نے متروک کہا ہے، اور ابوزرعہؒ اور ابن عدیؒ نے ضعیف کہا ہے۔(۱)

☆ ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة .

ترجمہ: عمامہ کے ساتھ پڑھی ہوئی دو رکعتیں بغیر عمامہ کے پڑھی ہوئی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔

تحقیق: شیخ البانیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، علامہ سخاویؒ اور ان سے اتفاق کرتے ہوئے علامہ مناوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اور علامہ سیوطیؒ نے اس کو جامع صغیر میں ذکر کیا ہے، اور جامع صغیر میں علامہؒ نے موضوع روایتیں بیان نہ کرنے کا التزام کیا ہے، پس یہ علامہ سیوطیؒ کے نزدیک موضوع نہیں ہے، اور عجلونیؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے۔(۲)

(۱) المقاصد الحسنة ص۲٦۳، كشف الخفاء ۳۱/۲، السلسلة ج۱ رقم الحديث ۱۵۹، لسان الميزان فى ترجمة ايوب بن مدرك ،اللآلي المصنوعة ۲۷/۲. (۲) السلسلة ج۱ رقم الحديث ۱۲۸، المقاصد الحسنة ص۲٦۳، كشف الخفاء ۳۱/۲.

☆**اعتموا تزدادوا حلما .**

ترجمہ: عمامہ باندھو وقار میں اضافہ ہوگا۔

تحقیق: صغانیؒ اور ابن جوزیؒ کے نزدیک یہ موضوع ہے، علامہ سیوطیؒ نے ابن جوزی کا تعاقب کیا ہے، اور وضع کا حکم لگانے سے اتفاق نہیں کیا ہے، البانی نے اس کو ضعیف جدا کہا ہے، اور شوکانی اور علامہ طاہر پٹنیؒ نے فریقین کے اقوال نقل کئے ہیں۔(۱)

مسجد کے متعلق

☆**من تکلم بکلام الدنیا فی المسجد احبط الله اعماله .**

ترجمہ: جس نے مسجد میں دنیا کی باتیں کیں اللہ تعالی اس کے اعمال رائیگاں کردیں گے۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۲)

☆**الحدیث فی المسجد تأکل الحسنات کما تأکل البهائم الحشیش(ر-کما تأکل النار الحطب)**

ترجمہ: مسجد میں باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح کھاجاتا ہے جس طرح جانور گھاس کو کھاجاتے ہیں (اور ایک روایت میں ہے کہ جس طرح آگ لکڑی کو کھاجاتی ہے)

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۳)

(۱)الفوائد المجموعة ص۲۳٦ ،تذکرة الموضوعات ص۱۵۵ ،السلسلة ج٦ رقم الحدیث۲۸۱۹ .(۲)الاسرار المرفوعة ص۳۲۵، تذکرة الموضوعات ص۳٦ ،الفوائد المجموعة ص٤٤ .(۳)الاسرار المرفوعة ص۱۹٤، تذکرة الموضوعات ص۳٦ ، کشف الخفاء ٤۰۱/۱، السلسلة ج۱ رقم الحدیث ٤،الفوائد المجموعة ص٤٤ .

رمضان المبارک کے متعلق

☆**فی شهر رمضان فی تلک الصوت** الخ.

یہ ایک حدیث ہے جس میں سے کچھ حصہ کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے:

جب رمضان کی ابتدا جمعہ سے ہوگی تو اس رمضان کا پندرہواں دن بھی جمعہ ہوگا، اس رمضان کے مہینے میں پندرہویں دن ایک چیخ ہوگی، اس دن فجر کی نماز پڑھ کر گھروں میں داخل ہوجانا، اور دروازے بند کرلینا، اور کانوں کو بند کرلینا، اور جب تمہیں آواز کا احساس ہو تو سجدے میں گرجانا اور سبحان القدوس سبحان القدوس سبحان ربنا القدوس پڑھنا، جو ایسا کرے گا وہ بچ جائے گا اور جو نہیں کرے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے(۱)، یہ روایت چند سالوں پہلے رمضان المبارک میں بہت مشہور ہوئی تھی۔

☆**اللهم لک صمت و بک آمنت و علیک توکلت وعلی رزقک افطرت.**

تحقیق: ملا علی قاریؒ نے مرقات ۲۵۸/۴ میں لکھا ہے کہ اس دعا میں **وبک آمنت و علیک توکلت** حدیث کے الفاظ نہیں ہیں، حدیث کے الفاظ یہ ہیں **اللهم لک صمت وعلی رزقک افطرت**، طبرانی کی ایک روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں **فتقبل منی انک انت السمیع العلیم**.(۲)

(۱)اللآلی المصنوعة ۳۸۷ .(۲) منهج الحیاة الایمانیة ۱۳۳ .

یوم عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو

☆**افضل الایام یوم عرفة اذا وافق یوم الجمعة و هو افضل من سبعین حجة فی غیر جمعة.**

ترجمہ: دنوں میں سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے جبکہ وہ جمعہ کے دن واقع ہو اور اس دن کیا ہوا حج ایسے ستر حجوں سے افضل ہے جن میں عرفہ کا دن جمعہ کو نہ آتا ہو۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے، جمعہ کے دن کی افضلیت تو ثابت ہے جب اس دن میں عرفہ کا دن آئے تو اس کا افضل ہونا تو ظاہر ہے، لیکن ستر حج سے افضل ہونا سو اس کی کوئی اصل نہیں ہے، علامہ ابن قیم جوزیؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں **و اما ما استفاض علی السنة العوام بانها تعدل ثنتین و سبعین حجة فباطل لا اصل له عن رسول الله ﷺ ولا عن احد من الصحابة و التابعین** (ترجمہ: اور جو عوام میں مشہور ہے کہ وہ (جمعہ والا حج) بہتر حجوں کے برابر ہے سو وہ باطل ہے اس کا کوئی ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے اور نہ کسی صحابی یا تابعی سے ملتا ہے) اور علامہ مناویؒ نے فیض القدیر میں اسی کلام کو دہرایا ہے، اور ان سے نقل کرتے ہوئے علامہ شامیؒ لکھتے ہیں **باطل لا اصل له** (باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے)۔(۱)

(۱)السلسلة ج۱ رقم الحدیث۲۰۷، زاد المعاد ۵۷/۱، رد المحتار ٤٢/٤.

بچوں کے رونے کی حقیقت

☆**لا تضربوا اولادکم علی بکائهم فان بکاء الصبی اربعة اشهر لا اله الا الله و اربعة اشهر محمّد رسول الله و اربعة اشهر دعاء لوالدیه.**

ترجمہ: اپنی اولاد کو رونے پر مت مارو کیوں کہ بچہ کا رونا چار مہینہ **لا اله الا الله** ہے اور چار مہینہ تک **محمد رسول الله** (ﷺ) ہے اور چار مہینہ والدین کے لئے دعا ہے۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

فائدہ: ایک روایت میں دو مہینہ کا ذکر ہے کہ دو مہینہ تک بچہ کا رونا **لا اله الا الله محمد الرسول الله** ﷺ ہے، اس روایت میں ایک راوی ابو مقاتل سمرقندی کو جھوٹا اور واضع حدیث کہا گیا ہے، اور ایک روایت میں دو سال تک بچہ کے رونے کو **لا اله الا الله** قرار دیا ہے، اس کی سند پر بھی کلام ہوا ہے، ابن عساکر نے اس کو غریب جدا کہا ہے، **تنزیه الشریعة** اور اس کے حاشیہ میں اس کے بارے میں مزید وضاحت ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔(۲)

عورتوں کے متعلق

☆**شاوروهن و خالفوهن.**

ترجمہ: عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کی رائے کے خلاف کرو۔

(۱)تنزیه الشریعة ۱۷۱/۱، لسان المیزان (فی ترجمة علی بن ابراهیم الهیثم)، تذکرة الموضوعات للفتنی ص۱۳۰. (۲)تنزیه الشریعة ۱۷۱/۱.

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۱)

☆ **اخرو هن من حيث اخرهن الله.**

ترجمہ: عورتوں کو پیچھے کرو جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کو پیچھے کیا۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔(۲)

رشتہ داری میں نکاح

☆ **لا تنكحوا القرابة فان الولد يخلق ضاويا.**

ترجمہ: رشتہ والوں میں نکاح مت کیا کرو، اس لئے کہ اس سے بچہ کمزور پیدا ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔(۳)

جماع کی فضیلت

☆ **ان الرجل ليجامع اهله فيكتب له اجر ولد ذكر قاتل فى سبيل الله فقتل .**

ترجمہ: کوئی آدمی جب اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے تو اتنا ثواب ملتا ہے کہ گویا اس کا ایک بیٹا اللہ کے راستے میں لڑتا لڑتا شہید ہو گیا ہو۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(٤)

(۱) المقاصد الحسنة ص۲٤۸، المصنوع ص۱۱۳، السلسلة ج۱ رقم الحديث ٤۳۰، الدرر المنتشرة ص۱۳٤، تذكرة الموضوعات للفتنى ص۱۲۸.(۲) الاسرار المرفوعة ص۱۱۱، السلسلة ج۲ رقم الحديث ۹۱۷ـ(۳) المغنى ۳۸۷ ، السلسلة ج۱۱ رقم الحديث ٥۳٦٥ ، تذكرة الموضوعات ۱۲۷ ،الفوائد المجموعة ۱۷۱.(٤)تذكرة الموضوعات ص۱۲٦، الفوائد المجموعة ص۱٦۹، المغنى عن حمل الاسفار ص٤۰۳.

حاملہ کی فضیلت

☆ **اما ترضى احداكن انها اذا كانت حاملا من زوجها وهو عنها راض ان لها مثل اجر الصائم القائم فى سبيل الله عزوجل، واذا اصابها الطلق لم يعلم اهل السماء والارض ما اخفى لها من قرة اعين، فاذا وضعت لم يخرج من لبنها جرعة و لم يمص من ثديها مصة الا كان لها بكل جرعة و بكل مصة حسنة، فان اسهرها ليلة كان لها مثل اجر سبعين رقبة تعتقهم فى سبيل الله عزوجل ، سلامة ! تدرين لمن اعنى هذا ؟ هذا للمتعففات الصالحات المطيعات لازواجهن اللواتى لا يكفرن العشير.**

ترجمہ: کیا تم عورتوں میں سے کوئی اس سے راضی نہیں ہے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اس حال میں کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو اس کو اس روزے دار کے برابر ثواب ملتا ہے جو اللہ کے راستے میں روزہ رکھ رہا ہو، اور جب اس کو دردزہ ہوتا ہے تو نہ آسمان والے اور نہ زمین والے جانتے ہیں کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا چھپا کر رکھا گیا ہے، اور جب اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو بچہ جو بھی دودھ کا گھونٹ پیتا ہے اور اس کی چھاتی سے دودھ چوستا ہے ہر گھونٹ اور ہر چوسکی کے بدلے اسکے لئے ایک نیکی ہے، اور اگر بچہ کی وجہ سے وہ رات کو جاگتی ہے تو اسکو اللہ کے راستے میں ستر غلام آزاد کرنے

کا ثواب ملتا ہے، اے سلامہ! تمہیں معلوم ہے کہ یہ فضیلت کن عورتوں کے لئے ہے؟ یہ ان عورتوں کے لئے ہے جو پاکدامن، صلاح وتقوی والی اور اپنے شوہروں کی اطاعت کرنے والی ہیں جو اپنے شوہروں کی ناشکری نہیں کرتی ہیں۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

کھانے کے متعلق

☆**امرنا بتصغير اللقمة فى الاكل و تدقيق المضغ.**

ترجمہ: ہمیں کھانے میں چھوٹے لقمے لینے اور باریک چبانے کا حکم دیا گیا ہے۔

تحقیق: محدثین نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔(۲)

☆**لا تجعلوا آخر طعامكم ماء .**

ترجمہ: کھانے کے آخر میں پانی مت پیو۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۳)

کھانے کے شروع اور اخیر میں نمک کھانا

☆**عليك يا على بالملح فانه شفاء من سبعين داء الجذام والبرص والجنون .**

ترجمہ: اے علی! نمک ضرور استعمال کرو اس لئے کہ وہ ستر بیماریوں

(۱) السلسلة ج۵ رقم الحديث ۲۰۵۵، اللآلى المصنوعة ۲/ ۱۷۵، تنزيه الشريعة ۲۰۴/۲۔(۲)الاسرار المرفوعة ص۱۳۶، تذكرة الموضوعات ص۱۴۳، المقاصد الحسنة ص۹۴، كشف الخفاء ۲۲۷/۱.(۳) السلسلة ج۵ رقم الحديث۲۰۹۶.

سے شفا کا سبب ہے جن میں سے کوڑھ، برص اور پاگل پن بھی ہیں۔

تحقیق: یہ روایت ثابت نہیں ہے۔(۱)

فائدہ: علامہ سیوطیؒ نے اس کے دو شاہد ذکر کئے ہیں، لیکن علامہ ابن عراقؒ نے دونوں کو رد کر دیا ہے، ایک روایت میں ابراہیم بن حیان بن حکیم ہے (ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں موضوع ہیں (میزان)، دوسری حضرت علیؓ کی موقوف روایت ہے، اس میں ''جویبر'' متروک ہے اور ''عیسی بن اشعث'' مجہول ہے۔

☆**اذا اكلت فابدأ بالملح واختم بالملح فان الملح شفاء من سبعين داء .**

ترجمہ: جب کھانا کھاؤ تو نمک سے شروع کرو اور نمک پر ختم کرو، اس لئے کہ نمک میں ستر بیماریوں سے شفا ہے۔

تحقیق: یہ ایک لمبی حدیث کا جزء ہے اس پوری حدیث کو بیہقی نے موضوع کہا ہے اور علامہ سیوطیؒ اور ابن عراقؒ نے ان سے اتفاق کیا ہے، علامہ ذہبی نے بھی اس کو موضوع کہا ہے، ابن حجرؒ نے اسی حدیث کے ایک جزء کو المطالب العالیۃ (باب الذكر على الوضوء) میں ذکر کر کے کہا ہے **هذا حديث ضعيف جدا** (یہ حدیث بہت زیادہ کمزور ہے)، اس میں دو راوی جھوٹے ہیں (۱) حماد بن عمرو نصیبی (۲) محمد بن ابراہیم سمرقندی۔(۲)

فائدہ: کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد نمک کھانے کے بارے میں

(۱) تذكرة الموضوعات للفتنى ص ۴۱ـ، الفوائد المجموعة ص۲۸، تنزيه الشريعة ص ۲۴۳/۲ـ، الاسرار المرفوعة ص ۴۱۰.(۲)اللآلى المصنوعة ۳۷۵/۲، تنزيه الشريعة ص ۳۳۹/۲.

کوئی ضعیف روایت بھی نہیں ہے، اور جو روایتیں ہیں وہ ساقط الاعتبار ہے، ان پر اعتماد کر کے نمک کھانے کو سنت کہنا درست نہیں ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ شروع یا اخیر میں نمک کھانے کے متعلق کوئی ثبوت نظر سے نہیں گذرا، لہٰذا اس پر استحباب کا حکم نہیں لگا سکتے۔(۱)

فائدہ: اسی طرح بعض لوگ کھانے سے پہلے اور کچھ لوگ کھانے کے بعد میں میٹھی چیز کھانے کو سنت سمجھتے ہیں، عاجز کو ایسی کوئی روایت نہیں ملی۔

شمائل کبریٰ میں مصنفِ کتاب نے ''آخر میں میٹھا کھانا'' کے عنوان کے ماتحت لکھا ہے:

آخر میں میٹھا کھانا: ۔حضرت عکراش بن ذویبؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثرید کھایا جس میں چربی کی بڑی چکناہٹ تھی، پھر اسکے بعد کھجور نوش فرمایا (ترمذی، ابن ماجہ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کو بھی کوئی ایسی خاص روایت اس باب میں نہیں ملی جس میں حضور ﷺ کی طرف سے اس کی ترغیب ہو یا کسی صحابی نے حضور ﷺ کی رغبت یا اہتمام کا ذکر کیا ہو، مذکورہ حدیث ایک اتفاقی واقعہ ہے، حضور ﷺ کے قصد کا اس میں ذکر نہیں ہے۔

مفتی کمال الدین صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

کھانا کھانے سے پہلے یا کھانا کھانے کے بعد میٹھا کھانے کو سنت کہنا یا سمجھنا درست نہیں۔(۲)

---

(۱) امداد الفتاوی ۱۱۳/۴۔ (۲) کھانے پینے کی حلال وحرام چیزیں، مصنف مفتی کمال الدین استاذ جامعہ دار العلوم کراچی۔

دسترخوان پر باتیں کرنا

☆**تحدثو اعلی الطعام وخالفوا سنة اليهود .**

ترجمہ: کھانا کھاتے ہوئے باتیں کیا کرو اور یہود کے طریقے کی مخالفت کرو۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۱)

فائدہ: علامہ سخاویؒ نے المقاصد الحسنۃ میں، اور ان سے نقل کر کے ملا علی قاریؒ نے المصنوع میں، اور عجلونیؒ نے کشف الخفاء میں لکھا ہے **الكلام على المائدة لا اعلم فيه شيئا نفيا ولا اثباتا** (دسترخوان پر باتیں کرنے یا نہ کرنے کے متعلق میرے علم میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے۔

دسترخوان پر گرا ہوا کھالینا

☆**من وجد لقمة او كسرة فی مجری الغائط او البول فاخذها فاماط عنها الاذی و غسلها غسلا نعمّا ثم اكلها لم تستقر فی بطنه حتی یغفر له .**

ترجمہ: جس نے کھانے کا لقمہ یا ٹکڑا پیشاب یا پاخانہ بہنے کی جگہ میں پایا، اس کو اٹھا کر صاف کیا اور اچھی طرح دھو کر اسے کھالیا تو اس لقمہ کے پیٹ میں پہنچنے سے پہلے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۲)

---

(۱) النخبة البهية رقم الحديث ۲۴۲. (۲) تنزيه الشريعة ۲۴۱/۲، السلسلة ج۱۲ رقم الحديث ۵۷۲۴، اللآلی المصنوعة ۲۵۵/۲، المطالب العالية (باب ذكر التواضع فی المأكول) ۷۸۸/۱۰.

☆من وجد كسرة من طعام او مما يؤكل فاماط عنها الاذى ثم اكلها كتبت له سبع مائة حسنة وان هو اماط عنها الاذى ثم رفعها كتبت له سبعون حسنة .

ترجمہ: جس نے کھانے کی کسی چیز کا ٹکڑا پایا، اس کو صاف کر کے کھا گیا تو اس کے لئے سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اگر اس کو صاف کر کے کسی اونچی جگہ رکھ دیا تو اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جائیں گی۔

تحقیق: علماء نے تصریح کی ہے یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆ان الاخوان اذا رفعوا ايديهم عن الطعام لا يحاسب من اكل من فضل ذلک الطعام.

ترجمہ: کھانے والوں کے کھانے سے فارغ ہو جانے کے بعد بچا ہوا کھانا جو کھالے گا اس کا حساب نہیں ہوگا۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۲)

فائدہ: اس باب میں اور بھی مختلف روایتیں منقول ہیں، ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص گرا ہوا لقمہ دستر خان سے اٹھا کر کھالے گا اس کی زندگی خوشحال گزرے گی، روزی میں وسعت ہوگی، اور اس کی اولاد میں عافیت رہے گی اسی طرح خطرناک امراض مثلا برص، جذام اور پاگل پنے سے محفوظ رہے گا، اور اولاد خوبصورت اور چالاک ہوگی، فقر سے حفاظت ہوگی وغیرہ۔

(۱)اللآلی المصنوعة ۲۵٦/۲، تنزیه الشریعة ۲٦٥/۲.(۲)المغنی ۳٥٤ ،تذکرة الموضوعات ۱٤٤.

علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ، علامہ سخاویؒ، ابن عراقؒ اور دیگر علماء نے ان میں سے بعض کو موضوع اور بعض کو منکر کہا ہے، البتہ مسلم کی ایک روایت ہے جو اس باب میں ثابت ہے کہ لقمہ گر جائے تو اس کو اٹھا لو اور اس کو صاف کر لو اور شیطان کے لئے مت چھوڑو۔(۱)

بے گناہ کے ساتھ کھانا

☆من اكل مع مغفور له غفر له .

ترجمہ: جو کسی بے گناہ کیساتھ کھائے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ موضوع روایت ہے۔(۲)

فائدہ: اسی طرح یہ جو مشہور ہے کہ - بچہ جس دستر خوان پر کھاتا ہے اس کھانے کا حساب نہیں ہوتا - اس کی کوئی اصل مجھے نہیں ملی۔

انار میں جنت کا دانہ

ما من رمان الا ويلحق بحبة من رمان الجنة .

ترجمہ: ہر انار میں جنت کے انار کا ایک دانہ ملایا جاتا ہے۔

تحقیق: اس حدیث کو بعض علماء نے موضوع کہا ہے، لیکن ضعیف کہنا مناسب حال ہے جیسا کہ علامہ سخاویؒ، علامہ سیوطیؒ، ابن عراقؒ وغیرہ کا رجحان ہے۔(۳)

(۱)تذکرة الموضوعات ص۱٤۲، المقاصدالحسنه ص ٤۰۰ ،تنزیه الشریعه ۲٦۲/۲.(۲) المقاصد الحسنةص ٤۰۱ ، الاسرار المرفوعة ص۳۱۹، السلسلة ج۱ رقم الحديث ۳۱٥، تذکرة الموضوعات للفتنی ص۱٤٤، کشف الخفاء ۲۷۱/۲.(۳)المقاصد الحسنة ص ۳۷۱، الاسرار المرفوعة ص ٤۱۰، تنزیه الشریعة ۲٤۳/۲.

ناخن کاٹنے کے متعلق

☆**من قلم اظفاره یوم السبت خرج منه الداء و دخل فیه الشفاء** الخ.

ترجمہ: جو اپنے ناخن سنیچر کو کاٹے گا تو اس کی بیماری دور ہوگی اور اس کو شفاء ملے گی (یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں ہفتے کے ہر دن میں ناخن کاٹنے کی ایک الگ فضیلت بیان کی گئی ہے، پوری حدیث ذیل کے حوالوں میں دیکھئے)

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔(۱)

☆**من قص اظفاره مخالفا لم یر فی عینیه رمداً.**

ترجمہ: جو اپنے ناخن مخالف طور پر کاٹے گا اس کی آنکھوں میں تکلیف نہیں ہوگی۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۲)

''مُخالفاً'' کی تشریح: دائیں ہاتھ سے اس طرح شروع کیا جائے پہلے چھوٹی انگلی، پھر بیچ والی، پھر انگوٹھا، پھر چھوٹی انگلی کے پاس والی، پھر شہادت کی انگلی، پھر بائیں ہاتھ کا انگوٹھا، پھر بیچ والی انگلی، پھر چھوٹی انگلی، پھر اس کے پاس والی انگلی، پھر شہادت کی انگلی۔(۳)

اس ترتیب کی وضاحت میں حضرت علیؓ کے اشعار منقول ہے، لیکن ان

(۱)الفوائد المجموعة ص۲٤۸، رد المحتار ٤۹٦/۹، تذکرة الموضوعات للفتنی ص۱٦۰۔(۲)الاسرار المرفوعة ص۳٤۱،کشف الخفاء ۳۲۱/۲،المقاصد الحسنة ص٤۲٤، رد المحتار ٤۹٦/۹.(۳)رد المحتار ٤۹٦/۹.

کی نسبت حضرت علیؓ کی طرف بالکل جھوٹ ہے۔

☆**(قال الغزالیؒ)سمعت انه ﷺ بدأ بمسبحته الیمنی وختم بابهامه الیمنی و ابتدأفی الیسری بالخنصر الی الابهام.**

ترجمہ: (امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ) میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے ناخن کاٹنے میں دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ابتداء کی اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کیا، اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم فرمایا۔

تحقیق: حافظ عراقیؒ نے اس کے متعلق لکھا ہے **البداء ة فی قلم الاظفار بمسبحته الیمنی والختم بابهامها و فی الیسری بالخنصر الی الابهام لم اجد له اصلا** یعنی ناخن کاٹنے میں دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ابتداء کرنے اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرنے، اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرنے کے متعلق کوئی اصل مجھے نہیں ملی، ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ناخن کاٹنے کی کوئی ترتیب رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، علامہ شامیؒ نے بھی بعض علماء سے یہی نقل کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب اس کی کوئی اصل نہیں ہے تو اس کو مستحب سمجھنا بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مستحب ہونا ایک شرعی حکم ہے، لہذا مستحب ثابت کرنے کے لئے بھی شرعی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔(۱)

(۱)المغنی عن حمل الاسفار ص۹۰، رد المحتار ٤۹۷/۹ ،الاسرار المرفوعة ص ۲۵۷.
(المکتب الاسلامی لبنان)

دنیا کے متعلق

☆**الدنیا جیفة و طلابها(طالبوها) کلاب .**

ترجمہ: دنیا مردار ہے اور اس کے طلب گار کتے ہیں۔

تحقیق: یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں ہے (البتہ اس سے قریب قریب حضرت علیؓ کا ایک قول منقول ہے **الدنیا جیفة فمن ارادها فلیصبر علی مخالطة الکلاب** یہ حضرت علیؓ پر موقوف ہے، اور ابن ابی شیبہ نے اس روایت کو مرفوعاً ذکر کیا ہے)(۱)

☆**الدنیا مزرعة الآخرة**........دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یعنی یہ حدیث کے الفاظ نہیں ہے۔(۲)

☆**الدنیا حلالها حساب حرامها عقاب .**

ترجمہ: دنیا کے حلال کا حساب ہے اور اس کے حرام پر سزا ہے۔

تحقیق: یہ حضرت علیؓ کا کلام ہے، رسول اللہؐ حدیث نہیں ہے۔ (۳)

☆**احذروا الدنیا فانها اسحر من هاروت و ماروت .**

ترجمہ: دنیا سے بچو، اس لئے کہ یہ ہاروت اور ماروت سے بھی زیادہ جادو کرنے والی ہے۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۴)

(١) كشف الخفاء ١/٤٦٤،الجد الحثيث ص١٤٦، موضوعات الصغانى ص٣٦.(٢) المقاصدالحسنة ص٢١٧ ، موضوعات الصغانى ص١٠٦، الاسرار المرفوعة ص٢٠٤،كشف الخفاء ١/٤٦٤ ، تذكرة الموضوعات ص١٧٤ـ(٣)تذكرة الموضوعات ص١٧٣،(٤)تذكرة الموضوعات ص١٧٣، السلسلة ج١ رقم الحيث ١٠٦.

غور وفکر کی فضیلت

☆**تفکر ساعة خیر من عبادة سنة .**

ترجمہ: ایک گھڑی غور وفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حضرت سری سقطیؒ کا کلام ہے۔(۱)

☆ **فکرة ساعة خیر من عبادة ستین سنة .**

ترجمہ: ایک گھڑی غور وفکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اس روایت کی سند میں دو راوی جھوٹے ہیں (۱)عثمان بن عبد اللہ القرشی الشامی (۲)اسحاق بن نجیح الملطی ، اس کو امام احمدؒ نے اکذب الناس (سب سے زیادہ جھوٹا) کہا ہے، اسی وجہ سے ابن جوزیؒ اور البانی نے اس کو موضوع کہا ہے، البتہ حافظ عراقیؒ اور علامہ سیوطیؒ اس کے ضعف کے قائل ہیں، علامہ سیوطیؒ اس کی تائید میں ایک دوسری روایت لائے ہیں، جس کے الفاظ ہیں **تفکر ساعة فی اختلاف اللیل والنهار خیر من عبادة الف سنة.** (ترجمہ: شب وروز کی گردش میں ایک گھڑی غور وفکر کرنا ایک ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے) لیکن اس روایت سے مقصود حاصل نہیں ہوتا، کیوں کہ الفاظ کے مختلف ہونے اور حضرت انسؓ پر موقوف ہونے کے علاوہ اسکی سند میں ایک راوی سعید بن میسرہ ہے، جس کے بارے میں ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے کہا ہے کہ یہ حضرت انسؓ سے موضوع روایتیں بیان کرتا ہے، اور یحیی القطانؒ نے

(١) المصنوع ص٨٢، الفوائد المجموعة ص٣١٤،كشف الخفاء ١/٣٥٦،الموضوعات لابن جوزى ٣/١٤٤ـ تذكرة الموضوعات ص١٨٨.

اس کو جھوٹا کہا ہے، لہذا اس سے تائید حاصل نہیں ہوسکتی، بہر حال اگر اس کو موضوع نہ بھی مانا جائے تب بھی ضعف شدید کی بنا پر لائق اعتبار نہیں ہے۔

اور ایک روایت میں اسی (۸۰) سال کا تذکرہ ہے، یہ روایت بہت زیادہ کمزور ہے۔(۱)

حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم اس سلسلہ کی مختلف احادیث پر محدثانہ کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان ساری عبارات سے حدیث کا مقام خود متعین ہوجاتا ہے، بظاہر مرفوعا ثابت ہونا مشکل ہے، اس لئے کہ کوئی طریق (سند) علت قادحہ سے خالی نہیں ہے۔(۲)

قربانی کے متعلق

☆**عظموا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم .**

ترجمہ: قربانی کے جانوروں کو موٹا کرو کیوں کہ وہ پلصراط پر تمہاری سواریاں بنیں گی۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۳)

☆**استفرهوا ضحایاکم فانها علی الصراط مطایاکم.**

ترجمہ: قربانی کے جانوروں کو چھانٹ کر پسند کرو کیوں کہ وہ پلصراط پر

(۱)السلسلة ج۱رقم الحدیث ۱۷۳،الفوائد المجموعة ص۳۱٤ـ الموضوعات لابن جوزی ج۱٤٤/۳ـمیزان الاعتدال ج۱ -۲. (۲)**نوادرالفقہ ۱۳۸**.(۳) السلسلة رقم الحدیث۷٤، المقاصد الحسنة ص۵۸،کشف الخفاء ۱٤۳/۱.

تمہاری سواریاں بنیں گی۔

تحقیق: یہ روایت بہت زیادہ ضعیف ہے، علامہ سخاویؒ نے ابن صلاحؒ سے نقل کیا ہے کہ ''یہ حدیث غیر معروف ہے، اور میرے علم کے مطابق ثابت نہیں ہے''۔(۱)

☆**ان اللہ تعالی یعتق بکل عضو من الضحیة عضوا من المضحی .**

ترجمہ: اللہ تعالی قربانی کے جانور کے ہر ہر عضو کے بدلے قربانی کرنے والے کے ہر ہر عضو کو جہنم سے آزاد کردیں گے۔

تحقیق: ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ میں نے ایسی کوئی حدیث نہیں دیکھی، ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر معروف ہے اس کی کوئی سند جس سے یہ فضیلت ثابت ہو نہیں ملی۔(۲)

☆**من ضحی طیبة بها نفسه محتسبا لاضحیته کانت له حجابا من النارِ.**

ترجمہ: جس نے ثواب کی امید کے ساتھ قربانی کی تو وہ قربانی اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائے گی۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۳)

(۱) السلسلة ج٦ رقم الحدیث۲٦۸۷، المقاصد الحسنة ص۵۸ ،کشف الخفاء ۱٤۳/۱.(۲) التلخیص الحبیر (کتاب الضحایا) ۳٤۳/٤.(۳)التلخیص الحبیر (کتاب الضحایا) ۳٤۳/٤، السلسلة ج۲ رقم الحدیث۵۲۹.

بیماری کے متعلق

☆**المریض انینه تسبیح وصیاحه تکبیر ونفسه صدقة ونومه عبادة وتقلبه من جنب الی جنب جهاد فی سبیل الله .**

ترجمہ: بیمار کا کراہنا تسبیح ہے، اور اس کا چیخنا تکبیر ہے، اور اس کا سانس لینا صدقہ ہے، اور اس کا سونا عبادت ہے، اور اس کا ادھر ادھر کروٹ بدلنا اللہ تعالی کے راستہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔

تحقیق: علماء نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، (استدراک ملاحظہ فرمائیں)(۱)

استدراک:

یہ روایت ضعیف ہے، موضوعات کی کتابوں میں **لیس بثابت** کا مطلب ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے، جیسا کہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ نے اس کی وضاحت کی ہے، چنانچہ اس حدیث کو موضوع سمجھ کر اس کتاب میں شامل کیا گیا تھا، لیکن اللہ تعالی کے فضل سے شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ کی تحریر سامنے آئی، حضرتؒ نے اس حدیث کی ساری سندوں کو جمع کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث کو موضوع نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔(۲)

(۱) تذکرة الموضوعات ص۲۰۶ ، المقاصد الحسنة ص۳۸۱، کشف الخفاء ۲۳۹/۲،الاسرار المرفوعة ص۳۰۵ ، الفوائد المجموعة ص۳۳۲۔ (۲) حاشية المصنوع ۱۶۸.

موت ومابعد الموت کا تذکرہ

☆**موتوا قبل ان تموتوا** ......موت آنے سے پہلے ہی مر جاؤ۔

تحقیق: علماء نے تصریح کی ہے یہ روایت ثابت نہیں ہے۔(۱)

☆**الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب.**

ترجمہ: موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملاتا ہے۔

تحقیق: اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا بے اصل ہے، **تفسیر مظهری** اور **التذکرة للقرطبی** میں اس کلام کی نسبت حبان بن اسود کی طرف کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حبان بن اسود کا قول ہے۔(۲)

☆**من زار قبر ابویه او احدهما فی کل جمعة غفر له وکتب برّا .**

ترجمہ: جو اپنے والدین یا ان میں ایک کے قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی، اور وہ فرماں بردار لکھا جائے گا۔

تحقیق: یہ روایت نا قابل اعتماد ہے، اس کی سند میں محمد بن نعمان مجہول ہے، عبد الکریم ابن ابو المخارق ضعیف ہے اور یحیی بن علاء جھوٹا راوی ہے، امام احمد بن حنبل نے اس کو کذاب کہا ہے، اور وکیع نے اس کو جھوٹا کہا ہے، اور نسائی اور دار قطنی نے اس کو متروک کہا ہے۔(۳)

(۱) المقاصد الحسنة ص۴۳۶، الاسرار المرفوعة ص۳۴۸، کشف الخفاء ۳۴۶/۲.

(۲) تفسیر مظهری (سورة البقرة) ، التذکرة للقرطبی(باب النهی عن تمنی الموت).

(۳) السلسلة ج۱ رقم الحدیث ۴۹، الفوائد المجموعة ص۳۴۵،المغنی عن حمل الاسفار.

☆ان من دفن بمكة ولم يكن لائقا بها تنقله الملائكة.

ترجمہ: جو کوئی مکہ میں مدفون ہوتا ہے لیکن اس کے لائق نہیں ہوتا تو فرشتے اس کو وہاں سے منتقل کر دیتے ہیں۔

تحقیق: علماء نے تصریح کی ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۱)

☆قال اعرابی: یا رسول الله من یلی حساب الخلق؟ فقال: الله تبارک وتعالى قال هو بنفسه ؟ قال: نعم ، فتبسم الاعرابی فقال ﷺ مم ضحكت يا اعرابی ؟ فقال ان الكريم اذا قدر عفا ، واذا حاسب سامح ، فقال النبی ﷺ صدق الاعرابی ، الا لا كريم اكرم من الله تعالى ، هو اكرم الاكرمين، ثم قال فقه الاعرابی.

ترجمہ: ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! مخلوق کا حساب کون لے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ''، اس نے کہا: کیا خود اللہ تعالیٰ حساب لیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا ''جی ہاں''، وہ اعرابی ہنسنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اعرابی تمہارے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ اس اعرابی نے کہا کہ کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیتا ہے، اور حساب لیتا ہے تو درگزر کرتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اعرابی نے ٹھیک کہا، سنو! اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی کریم نہیں ہے، وہ سب کریموں سے بڑا اکریم ہے، پھر فرمایا کہ اعرابی نے ٹھیک سمجھا۔

(۱) الاسرار المرفوعة ص ۱۲۰، كشف الخفاء ۱۳۸/۱.

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۱)

قیامت کے دن سورج کی دوری

قیامت کے دن سورج کی دوری کی مقدار کے متعلق احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں:

☆ قيد ميل او اثنين.(۲)

☆حتى يكون قاب قوسين .(۳)

☆ حتى تكون من رؤوسهم قاب قوس او قوسين.(٤)

مذکورہ روایتوں میں قیامت کے دن سورج کی دوری کی مقدار ''ایک میل یا دو میل''، اور کہیں ''ایک کمان یا دو کمان'' مذکور ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ ''سورج قیامت کے دن سوا نیزے کے برابر ہوگا'' تلاش کے باوجود مجھے یہ بات حدیث میں نہیں ملی۔

قیامت کے دن ماں کی طرف منسوب کر کے پکارا جانا

☆يدعى (ر—ان الله يدعوا) الناس يوم القيمة بامهاتهم سترا من الله عزّ وجلّ عليهم.

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے

(۱)المغنى عن حمل الاسفار ۱۰۵۵. (۲)ترمذی، باب ما جاء فى شأن الحساب و القصاص).(۳)مصنف ابن ابى شيبه ،(كتاب الفضائل، ما اعطى الله محمدا ﷺ).

(٤)مصنف عبد الرزاق ، (باب قيام الساعة).

بلایا جائے گا، یہ اللہ کی طرف سے بندوں پر پردہ پوشی ہوگی۔

تحقیق: علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی ساری سندیں کمزور ہیں، اور یہ روایت ان دو روایتوں کے خلاف ہے جن سے باپ کی طرف منسوب کئے جانے کا پتہ چلتا ہے، پھر ان دو روایتوں کو بیان کیا ہے، بعض علماء نے علامہ سخاویؒ سے اتفاق کیا ہے، اور بعض علماء نے تو اس کو صاف موضوع ہی کہہ دیا ہے، خلاصہ یہ کہ یہ روایت غیر معتبر ہے۔(۱)

مفتی یوسف صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں آتا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ماں کی نسبت سے پکارے جائیں گے لیکن یہ روایت بہت کمزور بلکہ غلط ہے۔(۲)

جنت میں ڈاڑھی

☆ان لابراھیم علیہ السلام الخلیل ولابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لحیة فی الجنة.

ترجمہ: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت میں ڈاڑھی ہوگی۔

تحقیق: یہ روایت ثابت نہیں ہے، علامہ سخاویؒ نے ابن حجرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے **لم یصح ان للخلیل علیہ السلام ولا للصدیق لحیة فی الجنة ولا اعرف ذلک فی شیئ من الکتب المشھورة ولا الاجزاء**

(۱) المقاصد الحسنة ص، کشف الخفاء ۲۸۲/۱ ،السلسلة ج۱ رقم الحدیث۴۳۳ ،تذکرة الموضوعات ص۲۲٤ ـ (۲) آپ کے مسائل اوران کا حل ج۱۔

المنثورة (ترجمہ: حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور حضرت ابوبکر صدیق کو جنت میں ڈاڑھی ہونا ثابت نہیں ہے، میں نے کسی بھی حدیث کی کتاب میں اس کو نہیں دیکھا نہ بڑی مشہور کتابوں میں، نہ چھوٹی کتابوں میں) (۱)

☆اھل الجنة جرد مرد الا موسی بن عمرانؑ فان لحیته تضرب الی سرته .

ترجمہ: جنت والوں کے پورے بدن پر بال نہیں ہوں گے اور نہ ہی ڈاڑھی ہوگی سوائے حضرت موسیٰؑ کے کہ ان کی ڈاڑھی ناف تک لمبی ہوگی۔

تحقیق: ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے **لم یصح وکذاماقیل فی حق موسی علیہ السلام و ھارون علیہ السلام و آدم علیہ السلام** (یعنی یہ روایت ثابت نہیں ہے، اسی طرف وہ بھی ثابت نہیں ہے جو حضرت موسی علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے (یعنی جنت میں ڈاڑھی ہونا) علامہ سخاویؒ نے ان سب روایتوں کا تذکرہ کرکے لکھا ہے ولا اعلم شیئا من ذلك ثابتا یعنی ان روایتوں میں سے کسی کے ثبوت کا مجھے علم نہیں ہے۔ (۲)

جہنم کی آگ

☆ یا جبریل صف لی النار وانعت لی جھنم فقال جبریل ان اللہ تبارک و تعالی امربجھنم فاوقد علیھا الف عام حتی ابیضت ثم امر بھا فاوقد علیھا الف عام حتی احمرت ثم امر فاوقد علیھا الف عام حتی اسودت فھی سوداء

(۱) المقاصد الحسنة ص١١٦. (٢) المصنوع ٦٦،المقاصد الحسنة ص١١٦.

مظلمة لا يضيئ شررها و لا يطفئ لهبها.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرئیل! جہنم اور اس کی آگ کا حال بیان کرو، جبرئیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالی نے جہنم کے متعلق حکم دیا پس ایک ہزار سال اس کی آگ کو دھونکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر حکم ہوا پھر اور ایک ہزار سال تک تیز کی گئی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی، پھر حکم ہوا پھر ایک ہزار سال تک دھونکائی گئی یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی، پس وہ سیاہ اور تاریک ہے، اس کے انگاروں سے روشنی نہیں ہوتی، اور اس کی لپیٹیں سرد نہیں پڑتیں۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے، شیخ البانیؒ نے اس کو موضوع کہا ہے، اس میں سلام الطّویل جھوٹا راوی ہے (۱)، حافظ نے تقریب میں (ص۲۶۱) لکھا ہے کہ وہ متروک ہے پوری حدیث یہاں نہیں لکھی گئی ہے صرف اتنا حصہ لیا جو بیانوں میں سنا گیا ہے، عاجز کہتا ہے کہ حدیث کے غیر مذکور حصہ میں جو رکاکت ہے وہ البانی کی تائید کرتی ہے، یہ پوری حدیث جاننے کے لئے حوالے کی طرف رجوع کریں۔

جہنم کا فنا ہونا

☆**يأتى على جهنم يوم ما فيها من بنى آدم احد تخفق ابوابها كأنها ابواب الموحدين.**

ترجمہ: جہنم پر ایک ایسا دن آئے گا کہ اس میں بنی آدم میں سے کوئی نہ ہوگا، اس کے دروازے بج رہے ہوں گے گویا کہ وہ اہل توحید کے دروازے ہوں۔

تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔(۲)

(۱) السلسلة ۲/۱۱۱ رقم الحديث ۹۱۰. (۲) اللآلى المصنوعة ۲/۴۶۶، تنزيه الشريعة ۲/۳۷۹.

☆**ليأتين على جهنم يوم يصفق ابوابها ما فيها من امة محمد ﷺ احد .**

ترجمہ: جہنم پر ایک ایسا دن آئے گا کہ اس کے دروازے بج رہے ہوں گے، اس میں حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے کوئی نہ ہوگا۔

حکم: شیخ البانیؒ نے اس کو بھی موضوع کہا ہے، اس روایت کی سند میں ایک راوی علاء بن زید جھوٹا ہے، علی ابن المدینی اور ابن حبان نے اس پر شدید جرح کی ہے۔(۱)

متفرق احادیث

☆**قال ابو بكرؓ يا رسول الله هل من جهاد غير قتال المشركين ؟ قال نعم يا ابا بكر ، ان لله تعالى مجاهدين فى الارض افضل من الشهداء احياء مرزوقين يمشون على الارض يباهى الله بهم ملائكة السماء و تزين لهم الجنة كما تزينت ام سلمة لرسول الله ﷺ فقال ابو بكر يا رسول الله ومن هم ؟ قال الآمرون بالمعروف و الناهون عن المنكر والمحبون فى الله والمبغضون فى الله ثم قال والذى نفسى بيده ان العبد منهم ليكون فى الغرفة فوق الغرفات فوق غرف الشهداء للغرفة منها ثلاثمائة الف باب منها الياقوت والزمرد الاخضر على كل باب نور وان الرجل منهم**

(۱) سلسلة الاحاديث الضعيفة الموضوعة ج۲ .

لیزوج بثلاثمائة الف حوراء قاصرات الطرف عین کلما التفت الی واحدة منھن فنظر الیھا تقول له أتذکر یوم کذا و کذا أمرت بالمعروف و نھیت عن المنکر کلما نظر الی واحدة منھن ذکرت له مقاما امر فیه بمعروف و نھی فیه عن منکر.

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا ایسا بھی کوئی جہاد ہے جس میں مشرکین سے قتال نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جی ہاں اے ابوبکر! بیشک زمین میں اللہ تعالی کے ایسے مجاہدین ہیں جو شہداء سے افضل ہیں، جو زندہ اور اللہ کی طرف سے رزق یافتہ ہیں، وہ زمین پر چلتے ہیں، اور اللہ تعالی آسمان پر فرشتوں کے سامنے ان پر فخر فرماتے ہیں، اور ان کے لئے جنت اس طرح مزین ہوتی ہے، جس طرح ام سلمہ رسول اللہ ﷺ کے لئے سنورتی ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے، اور اللہ کے لئے دوستی اور دشمنی کرنے والے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات جس کے قبضے میں میری جان ہے بیشک ان میں سے ایک بندہ شہداء کے بالا خانوں کے اوپر ایسے ایک بالا خانے میں ہوگا کہ اس کے تین لاکھ دروازے یاقوت اور سرخ زمرد کے ہوں گے، ان میں ہر دروازے پر نور ہوگا، ان میں ہر ایک آدمی نیچی نگاہوں والی تین لاکھ حوروں سے نکاح کرے گا، جب بھی ان میں سے کسی ایک حور کے پاس جائے گا اور اس کی طرف دیکھے گا تو وہ حور کہے گی کہ کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم نے بھلائی کا حکم کیا تھا اور برائی سے روکا تھا، اسی طرح جب بھی وہ کسی حور کی طرف دیکھے گا وہ حور کوئی ایسا موقع یاد دلا

ئے گی جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کیا تھا۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور اس کے مضمون میں بھی نکارت ہے(۱)

☆**الصدق ینجی والکذب یھلک.**

ترجمہ: سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

تحقیق: حضرت شیخ یونس صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ لفظ تلاش کے باوجود اب تک نہیں ملا (یعنی حدیث نہیں البتہ معنی صحیح ہے)۔(۲)

☆**البخیل لا یدخل الجنة و لو کان عابدا، والسخی لا یدخل النار ولو کان فاسقا.**

ترجمہ: بخیل جنت میں نہیں جائے گا اگرچہ وہ عابد ہو، اور سخی جہنم میں نہیں جائے گا اگرچہ وہ فاسق ہو۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے(۳).

شیخ سعدیؒ نے شاید اسی روایت کو اس شعر میں پیش کیا ہے:

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نہ باشد ز حکم خبر

ترجمہ: بخیل اگرچہ بحر و بر کا زاہد ہو جنتی نہ ہوگا حدیث کے حکم کے مطابق۔

☆**تخلقوا باخلاق الله**......اللہ تعالی کے اخلاق اختیار کرو۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل احادیث مرفوعہ میں نہیں ملتی۔(٤)

---

(۱) المغنی عن حمل الاسفار ۵۸۷. (۲) نوادر الحدیث ٤٠٥.

(۳) الاسرار المرفوعة ص ١٦٣. (٤) السلسلة ج٦ رقم الحدیث ٢٨٢٢.

حضرت شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

یہ صوفیانہ کلام ہے، حدیث کی کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔(۱)

☆**من عرف نفسه فقد عرف ربه.**

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں ہے۔(۲)

☆**القلب بیت الرب**..........دل اللہ کا گھر ہے۔

تحقیق: یہ بھی حدیث نہیں ہے۔(۳)

☆**التکبر علی المتکبر صدقة .**

ترجمہ: متکبر کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔

تحقیق: علماء نے تصریح کی ہے یہ حدیث نہیں ہے۔(٤)

☆**الیقین الایمان کله**.......یقین ہی پورا ایمان ہے۔

تحقیق: یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے، بلکہ حضرت ابن مسعودؓ کا کلام ہے، امام بخاری نے اس کو کتاب الایمان میں تعلیقاً بیان کیا ہے۔(۵)

☆**حب الوطن من الایمان .**

ترجمہ: وطن سے محبت کرنا ایمان میں سے ہے۔

---

(۱)نوادر الحدیث اللآلی المنثوره ۳۵۲.(۲) المقاصد الحسنة ص٤١٩، تذکرة الموضوعات ص١١، السلسلة ج١ رقم الحدیث ٦٦، کشف الخفاء ص٣٠٩ ،الاسرار المرفوعة ٣٣٧.(۳)المقاصد الحسنة ص٣٠٨، الاسرار المرفوعة ص٢٥٨، کشف الخفاء ١١٦/٢.(٤) الاسرارالمرفوعة ص١٧٥ ، کشف الخفاء ٣٥٩/١.(٥) الاسرار المرفوعة ص٣٧٩، تذکرة الموضوعات ص١١، کشف الخفاء ٤٨٨/٢.

تحقیق: علماء نے تصریح کی ہے یہ بھی حدیث نہیں ہے۔(۱)

☆**لعن الله الفروج علی السروج .**

ترجمہ: سواری پر سوار ہونے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

تحقیق: ملا علی قاریؒ اور ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، ابن حجرؒ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ ابن عدیؒ نے سند ضعیف سے اس کے ہم معنی ایک روایت بیان کی ہے **نهی ذوات الفروج ان یرکبن السروج**(ترجمہ: آپ ﷺ نے منع فرمایا اس بات سے کہ عورتیں زین پر سوار ہوں)(۲)

☆**المغتاب و المستمع شریکان فی الاثم.**

ترجمہ: غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

تحقیق: یہ روایت احیاء العلوم میں مذکور ہے، علامہ سبکیؒ کو اس کی کوئی اصل نہیں ملی، ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان الفاظ سے کوئی حدیث نہیں ہے۔(۳)

☆**اتقوا مواضع التّهم** ....تہمت کی جگہوں سے بچو۔

تحقیق: محدثین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے۔(٤)

☆**من ابتلی ببلیتین فلیختر اسهلهما .**

ترجمہ: جو کوئی دو مصیبتوں میں پھنس جائے اس کو چاہئے کہ ان میں سے سہل کو اختیار کر لے۔

---

(۱)المقاصد الحسنة ص١٨٣، تذکرة الموضوعات ص ١١، السلسلة ج١ رقم الحدیث ٣٦، کشف الخفاء ٣٩٣/١،الاسرار المرفوعة ص١٨٩ ـ(۲) الاسرار المرفوعة ص٢٧٧، الدراية فی تخریج احادیث الهداية٢٤١/٢ ـ(۳)منهج الحیاة الایمانیة ١٤٧.(٤) الاسرار المرفوعة ص١٠٥، الفوائد المجموعة ص٣١٤، السلسلة ج١ رقم الحدیث١١٣، کشف الخفاء ٥٨/١ـ

تحقیق: یہ حدیث کے الفاظ نہیں ہے، البتہ اس کے ہم معنی حضرت عائشہؓ کا یہ قول ہے **ما خیر النبی ﷺ بین امرین الا اختار ایسرھما ما لم یکن اثما** (ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو جب دو باتوں کا اختیار ملتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔(۱)

☆**من جد وجد**.........جس نے کوشش کی اس نے پالیا۔

تحقیق: ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے۔(۲)

☆**السنة الخلق اقلام الحق.**

ترجمہ: مخلوق کی زبانیں حق کی قلمیں ہیں۔

تحقیق: علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ وہ کسی بزرگ کا کلام ہے (شاید یہی بات اردو میں اس طرح مشہور ہے کہ ''زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو'')۔(۳)

☆**ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن .**

ترجمہ: جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

تحقیق: یہ حدیث نہیں بلکہ ابن مسعودؓ کا کلام ہے۔(۵)

☆**ما من یوم یصبح فیه الانسان الا استقبل الروح الجسد یقول یاجسد اسألک بوجه الله الذی لا یرد**

(۱) المقاصد الحسنة ص۱۰٤،الاسرارالمرفوعة ص۳۱۲، کشف الخفاء ۲۷۳/۲.(۲) الاسرار المرفوعة ص۳۲٦.(۳)المقاصد الحسنه ۸٤، المصنوع۵۸.(۵)المقاصد الحسنة ص۳٦۷، تذکرة الموضوعات ص۹۱۔

سائله ان لا تعمل الیوم عملا یوردنی جهنم .

ترجمہ: ہر صبح انسان کی روح بدن کی طرف متوجہ ہو کر کہتی ہے کہ اے بدن میں تجھ سے اس اللہ کے وسیلہ سے درخواست کرتی ہوں جس کے نام پر سوال کرنے والا واپس نہیں کیا جاتا کہ آج تو ایسا کام مت کرنا جو مجھے جہنم میں پہنچادے۔

تحقیق: اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۱)

فائدہ: صبح کو سارے اعضاء کا زبان سے عاجزی کے ساتھ درست رہنے کی درخواست کرنا ثابت ہے، **ترمذی** (باب حفظ اللسان) **میں یہ روایت مذکور ہے۔**

☆حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: مصافحہ کی ترکیب میں مشہور ہے کہ انگوٹھوں کو دبا دے یہ بے اصل ہے، اور یہ حدیث موضوع ہے کہ انگوٹھوں میں رگِ محبت ہے۔(آداب المعاشرت ص٦۰)

اسرائیلیات

☆حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں پھینکا گیا تو اس وقت فرشتوں کا مدد کے لئے اترنا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کہہ کر رد کردینا کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے۔

فائدہ: ابن عراقؒ نے ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے، البانی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ سے ایسی کوئی بات منقول نہیں ہے۔(۲)

☆ہاروت وماروت کا شراب پینا، زہرہ نامی عورت سے زنا کرنا، پھر ایک

(۱)اللآلی المصنوعة ۱۸٦/۲، تنزیه الشریعة ۲۱۹/۲ ، تذکرة الموضوعات ص۲۰۱۔

(۲)سلسله ۷٤/۱، تنزیه الشریعه ۲۵۰/۱.

آدمی کو قتل کرنا، زہرہ کا اڑ کر آسمان کا ستارہ بن جانا، اور ہاروت و ماروت کو کابل کے کنویں میں سزا کے طور پر لٹکایا جانا۔

فائدہ: شہاب عراقیؒ نے لکھا ہے کہ زہرہ سے زنا کی وجہ سے ہاروت و ماروت کو سزا دیئے جانے کا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لا یعصون اللہ فی ما امرھم** (وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے)۔

☆ شیطان کا سانپ کے پیٹ میں گھس کر جنت میں جانا۔

☆ قوم عمالقہ کی قد و قامت کی مبالغہ آمیز روایتیں مثلاً قوم عمالقہ کے ایک آدمی کے موزے کے سایہ میں موسیٰ کی قوم کے ستر آدمی بیٹھ سکتے تھے، قوم عمالقہ کے ایک آدمی نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارہ آدمیوں کو جیب میں ڈال دیا۔

☆ قوم عمالقہ کے ایک آدمی عوج بن عنق کی عجیب وغریب قد وقامت مثلاً وہ سمندر سے مچھلیاں پکڑتا تھا اور سورج پر بھون لیتا تھا، طوفان نوح میں پہاڑ تو ڈوب گئے مگر پانی اس کے گھٹنے تک بھی نہیں پہنچ سکا، موسیٰ کا قد دس ہاتھ تھا، ان کا عصا دس ہاتھ کا تھا، موسیٰ علیہ السلام نے دس ہاتھ بلندی پر اچھل کر اس کو عصا مارا تب جا کر اس کے ٹخنے میں لگا۔

☆ کشتیٔ نوح کی تفصیلات، مثلاً وہ کہاں بنی؟ کتنے وقت میں بنی؟ کس چیز کی تھی؟ کتنی لمبی کتنی چوڑی تھی؟ اس کی کتنی منزلیں تھیں؟ اس میں سے کوئی بات بھی قرآن وحدیث میں نہیں ہے، اسی طرح ہاتھی کی دم سے سور کا پیدا ہونا، شیر کی پیشانی سے بلی کا پیدا ہونا، گدھے کے ساتھ شیطان کا سوار ہو جانا یہ سب اسرائیلی خرافات ہیں۔

☆ بلقیس کا غلام باندیوں کو مخلوط کر کے بھیجنا، سلیمان علیہ السلام کی طرف سے سونے چاندی کی اینٹیں بچھانے کا حکم، بلقیس کے لئے بال صفا پاؤڈر بنوانا۔

☆ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا اس حد تک پہنچ جانا کہ لوگ ان سے دور بھاگنے لگے، ان سے نفرت کرنے لگے، ان کی بیوی کے علاوہ سب لوگوں کا انہیں چھوڑ دینا، انہیں گاؤں کے باہر نکال دینا۔

☆ زمین ایک چٹان پر ہے، اور چٹان بیل کی سینگ پر ہے، اسی بیل کی حرکت سے زلزلہ آتا ہے۔

☆ شداد کی جنت کا واقعہ اور اس کی ساری تفصیلات۔

☆ نمرود کا لنگڑے مچھر سے مرنے کا واقعہ۔

☆ یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیوں سے یوسف علیہ السلام کے بارے میں سوال کرنا اور بھیڑیوں کا جواب دینا۔

یہ ساری روایتیں ان کتابوں سے لی گئی ہیں الاسرائیلیات و الموضوعات فی کتب التفسیر، تفسیروں میں اسرائیلی روایات، اور انہوں نے تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی سے نقل کیا ہے، جن روایتوں کی طرف اختصار کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے وہ ساری اسرائیلی روایات ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں داخل ہوگئی ہیں، ان میں سے کسی چیز کا تذکرہ قرآن وحدیث میں نہیں ملتا۔

رئیس المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صاحب لکھتے ہیں کہ:

تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں جو اسرائیلیات ہیں ان میں سے بیشتر علمائے اہل کتاب سے مروی ہیں، ان پر کسی حکم شرعی یا کسی اعتقاد کی بنیاد قائم کرنا

جائز نہیں ہیں۔رحمۃ اللہ الواسعہ ۱۳۱/۳.

الفوز الکبیر میں شاہ صاحبؒ نے تفسیر میں اسرائیلی روایت نقل کرنے کو اسلام کے خلاف ایک سازش قرار دیا ہے۔(۱)

تحقیق طلب مروجہ احادیث

یہاں کچھ ایسی احادیث نقل کی جاتی ہیں جو عام طور پر سننے کو ملتی ہیں، لیکن ان کا حال معلوم نہیں ہوسکا ہے، نہ اس کا موضوع ہونا معلوم ہوا ہے اور نہ معتبر ہونا، تاکہ سب اس کی تحقیق کرنے کی کوشش کرے، اور جب تک حقیقت واضح نہ ہو اس کو بیان کرنے سے احتراز کیا جائے، اگر کسی کو کسی روایت کے متعلق کوئی علم ہو تو احقر کو مطلع کریں۔

☆ حضرت موسی علیہ السلام بیمار ہوئے، انہوں نے اللہ تعالی سے دعا کی، اللہ تعالی نے حکم فرمایا کہ فلاں پودا کھاؤ، حضرت موسیٰؑ نے اسے کھایا تو اللہ تعالی نے انہیں شفا دے دی، پھر جب دوسری مرتبہ بیمار ہوئے تو بغیر اللہ سے دعا کئے وہ ہی پودا پھر کھالیا لیکن اس مرتبہ شفایاب نہیں ہوئے، اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے موسی! شفا میرے ہاتھ میں ہے، پہلی مرتبہ میں نے اس پودے میں شفا رکھی تھی اس لئے آپ کو صحت ملی، اور دوسری مرتبہ میں نے اس میں شفا نہیں رکھی تھی۔

☆ استاذ کی مار سے جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

☆ جنتی حور کو دیکھ کر ۷۰ سال تک مدہوش رہے گا، اور حور داعی کو دیکھ کر ۷۰ سال مدہوش رہے گی۔

(۱) رحمة الله الواسعه ۱۳۰/۳.

☆ حضرت نوح علیہ السلام دعوت کی راہ میں اتنی تکلیف اٹھاتے کہ پتھروں میں دب جاتے، جبرئیل علیہ السلام آکر انہیں نکالتے۔

☆ جس کی طرف اللہ تعالی ایک مرتبہ رحمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اسے جہاد کے لئے قبول فرماتے ہیں، اور جس کی طرف دس مرتبہ رحمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اسے حج کے لئے قبول فرماتے ہیں، اور جس کی طرف ستر مرتبہ رحمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اسے اللہ کے راستے میں نکالتے ہیں۔

تنبیہ: مذکورہ موضوعات کے علاوہ بہت سی بے سند باتیں اور بھی مروج ہیں، ان کی صحت یا عدم صحت کا ثبوت ملے بغیر ان کے متعلق کچھ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، تاہم اتنا احتیاط ہر کوئی کرسکتا ہے کہ جب تک کسی روایت کی صحت کا ثبوت نہ مل جائے اسے بیان نہ کرے، اگر ہر ایک شخص یہ طریقہ اپنائے گا تو موضوعات خود بخود دفن ہو جائیں گی۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحيم ، سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين

مراجع

(۱)صحیح بخاری

(۲)صحیح مسلم

(۳)المستدرك على الصحيحين للحاكم

(٤)سنن ترمذی

(٥)سنن ابوداؤد

(٦)ابن ماجه

(۷)مصنف ابن ابی شیبة

(۸)مصنف عبد الرزاق

(۹)سنن دارمی

(۱۰)تفسیر مظهری

(۱۱)تخریج احادیث وآثار کتاب "فی ظلال القرآن"

(۱۲)فتح الملهم

(۱۳)شرح مسلم للنوویؒ

(۱٤)عمدة القاری

(۱٥)فیض القدیر للمناویؒ

(۱٦)المقاصد الحسنة للسخاویؒ

(۱۷)تذکرة الموضوعات للفتنیؒ

(۱۸)الفوائد الموضوعة

(۱۹)الموضوعات للصغانی

(۲۰)الجد الحثیث

(۲۱)کشف الخفاء للعجلونیؒ

(۲۲)المصنوع لملاعلی القاریؒ

(۲۳)الاسرار المرفوعه لملاعلی القاریؒ

(۲٤)الموضوعات لابن الجوزیؒ

(۲٥)تنزیه الشریعة

(۲٦)الآثار المرفوعة للکنویؒ

(۲۷)المطالب العالیة

(۲۸)النخبة البهیة

(۲۹)اللآلی المصنوعة

(۳۰)الفوائد المجموعة

(۳۱)التلخیص الحبیر

(۳۲)میزان الاعتدال

(۳۳)لسان المیزان

(۳٤)الدرر المنتشرة

(۳٥)الکامل لابن عدیؒ

(۳٦)اللؤؤ المرصوع

(۳۷)المغنی عن حمل الاسفار للعراقیؒ

(۳۸)مناهل الصفاء للسیوطی

(۳۹)زاد المعاد لابن قیمؒ

(٤۰)احیاء العلوم

(٤۱)الاسرائیلیات فی التفسیر والحدیث

(٤۲)نوادر الفقه

(٤۳)الدر المختار

(٤٤)ظفر الامانی للکنویؒ

(٤٥)تحذیر الخواص للسیوطیؒ

(٤٦)نزهة النظر

(٤۷)رد المحتار

(٤۸)طحطاوی علی المراقی

(٤۹)التذکرة للقرطبی

(٥۰)حجة الله البالغة

(٥۱)مجالس الابرار

(٥۲)الیواقیت الغالیة

(٥۳)تدریب الراوی

(٥٤)الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة

(٥٥)زوال السنة باعمال السنة

(۵٦)**رحمۃ اللہ الواسعہ**

(٥۷)نوادر الحدیث مع اللآلی المنثورة

(٥۸) **فن اسماء الرجال**

(۵۹) **فتاوی عثمانی**

(۶۰) **موضوع اور ضعیف احادیث کے محرکات اور برگ وبار**

(۶۱) **کھانے پینے کی حلال وحرام چیزیں**

(۶۲) **قصص القرآن (مولانا سیوہاروی)**

(۶۳) **معارف القرآن**

(۶۴) **معارف الحدیث**

(۶۵) **شمائل کبریٰ**

(۶۶) **سیرۃ النبی ﷺ**

(۶۷) **بیان القرآن**

(۶۸) **آثار الحدیث**

(۶۹) **فتاوی یوسفیہ**

(۷۰) **فتنۂ وضع حدیث**

(۷۱) **امداد الاحکام**

(۷۲) **احسن الفتاوی**

(۷۳) **امداد الفتاوی**

(۷۴) **آپ کے مسائل اور ان کا حل**

(۷۵) منهج الحیاة الایمانیة

(۷٦) **علوم القرآن**

(۷۷) مسند عبد الله ابن مبارکؒ

(۷۸)تقریب التهذیب

(۷۹)اقتضاء الصراط لابن تیمیه

(۸۰)تبیین العجب فی ما ورد فی فضل رجب

(۸۱) **آداب المعاشرت**

(۸۲) **آداب تقریر وتصنیف**

(۸۳) **تفسیروں میں اسرائیلی روایات**

(۸٤) سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة

تمت بالخیر